# حدیث کساء

## تحقیق تخریج، دراسہ، اور بعض اعرتاضات کا جائزہ

RAZA HASSAN

# حدیثِ کساء:

# تحقیق تخریج، دراسہ، اور بعض اعتراضات کا جائزہ

«اللهم هؤلاء أهل بيتي وخاصتي فأذهب عنهم الرجس، وطهرهم تطهيرا»

# فہرست

# مقدمہ

الحمد لله، والصلاة والسلام على رسول الله، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله، وبعد..

بلاشبہ نبی ﷺ کے اہل بیت کو بہت عظیم مقام حاصل ہے اور کتاب وسنت میں ان کے بے شمار فضائل ومناقب ثابت ہیں، نبی ﷺ نے ان کے متعلق وصیت کرتے ہوئے فرمایا: "**أُذَكِّرُكُمُ اللَّهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللَّهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللَّهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي**"(میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ یاد دلاتا ہوں، تین بار فرمایا)( صحیح مسلم:2408)۔یعنی اگر تم نے میرے اہل بیت کے حق میں لاپرواہی کی تو میں تمہیں اللہ، اس کا خوف، اس کا انتقام یاد دلاتا ہوں، اور اگر تم ان کے حقوق کو قائم رکھوگے تو میں تمہیں اللہ کی رحمت اور اس کا ثواب یاد دلاتا ہوں(شرح العقیدہ الواسطیہ للعثیمین:2/274)۔

پس ہم اہل بیت سے محبت رکھتے ہیں اور ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی وصیت کی حفاظت کرتے ہیں، چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" ويحبون أهل بيت رسول الله صلى الله عليه وسلم ويتولونهم ويحفظون فيهم وصية رسول الله صلى الله عليه وسلم ..... ويتبرءون من طريقة الروافض الذين يبغضون الصحابة ويسبونهم ، ومن طريقة النواصب الذين يؤذون أهل البيت بقول أو عمل ويمسكون عما شجر بين الصحابة "

(اور وہ رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت سے محبت کرتے ہیں، ان کا دفاع کرتے ہیں اور ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی وصیت کی حفاظت کرتے ہیں۔۔۔ اور ان روافض کے طریقے سے براءت کا اظہار کرتے ہیں جو صحابہ سے بغض رکھتے ہیں اور ان کو بُرا بھلا کہتے ہیں، اور اسی طرح ان ناصبیوں کے طریقے سے بھی (براءت کا اظہار) کرتے ہیں جو اہل بیت کو اپنے قول یا عمل سے اذیت پہنچاتے ہیں، اور (اسی طرح) وہ صحابہ کے آپسی مشاجرات پر سکوت اختیار کرتے ہیں)

(العقیدۃ الواسطیہ مجموع الفتاوی:3/154)

چنانچہ اہل بیت کی محبت اہل سنت والجماعت کے عقیدے کا حصہ ہے اور ان کا دفاع کرنا ان کے حق کی حفاظت ہے، جبکہ ان کو کسی بھی طرح کی اذیت پہنچانا ناصبیت ہے۔

رافضیت کی طرح ناصبیت بھی اس دور کی حقیقت ہے، اور بہت سے بدبخت لوگ آج کے دور میں بھی ناصبیت زدہ ذہنیت رکھتے ہیں۔

چنانچہ ناصبیت تاریخ کا محض ایک مفقود فرقہ یا صرف سیدنا علیؓ پر سب وشتم کرنے کا نام ہی نہیں بلکہ اس کے کئی رنگ ہیں۔ اور انہی میں یہ بھی شامل ہے کہ اہل بیت اطہار کے ثابت شدہ فضائل کا زبردستی ایڑی چوٹی کا زور لگا کر انکار کیا جائے، ان کی عظمت ومقام کو گھٹانے کی کوشش کی جائے، اور اُن کے مقابلے میں یزید، مروان، اور حجاج جیسے حکمرانوں کی تعریف اور دفاع میں غلو کیا جائے۔

چنانچہ علماء اہل سنت نے بھی نواصب کی مذمت میں صرف ان پر اکتفاء نہیں کیا جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تکفیر کرتے یا ان پر سب وشتم کرتے ہیں، بلکہ ناصبیت کی اس سے دقیق تر شکلوں کو بھی انہوں نے اس میں شامل کیا ہے۔

انہی میں درج ذیل شامل ہیں:

## 1- سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر طعن کرنا اور ان کی عدم تربیع (یعنی ان کے چوتھے نمبر کے مقام سے انکار) کرنا:

چنانچہ امام اہل سنت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں:"من لم يربع بعلي ابن أبي الطالب في الخلافة فلا تكلموه ولا تناكحوه"

"جو شخص علی بن ابی طالبؓ کو چوتھے نمبر پر خلافت (کا حقدار) نہ سمجھے اس سے کلام نہ کرو اور نہ اس سے نکاح (کا معاملہ) کرو"

(طبقات الحنابلہ:1/45)

اسی طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر کسی قسم کا طعن کرنا بھی ناصبیت ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

"المسألة التي يضلل المخالف فيها هي " مسألة الخلافة " وذلك أنهم يؤمنون بأن الخليفة بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم أبو بكر ثم عمر ثم عثمان ثم علي ومن طعن في خلافة أحد من هؤلاء الأئمة فهو أضل من حمار أهله"

"جس مسئلے پر مخالفت کرنے والے کی تضلیل کی جاتی ہے وہ خلافت کا مسئلہ ہے اور وہ یہ کہ اہل سنت مانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد جو خلیفہ (برحق) تھا وہ ابو بکرؓ

تھے، پھر عمرؓ تھے، پھر عثمانؓ تھے، پھر علیؓ تھے۔ اور جو کوئی ان ائمہ میں سے کسی کی بھی خلافت پر طعن کرتا ہے تو وہ اپنے گھر کے گدھوں سے بدتر گمراہ ہے"

(مجموع الفتاوی: 3/153)

## 2- جو سیدنا علیؓ وسیدنا معاویہؓ کے آپسی اختلاف میں سیدنا علیؓ کو حق پر ماننے سے انکار کرے:

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اس کو بھی ناصبیت کی ایک قسم قرار دیا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

"كان علي وأصحابه أولى بالحق وأقرب إلى الحق من معاوية وأصحابه ...... ولم يتردد أحمد ولا أحد من أئمة السنة في أنه ليس غير علي أولى بالحق منه ولا شكوا في ذلك. فتصويب أحدهما لا بعينه تجويز لأن يكون غير علي أولى منه بالحق وهذا لا يقوله إلا مبتدع ضال فيه نوع من النصب وإن كان متأولا"

"علیؓ اور ان کے اصحاب اولیٰ بالحق اور اقرب الی الحق تھے معاویہؓ اور ان کے اصحاب سے۔۔۔ نیز احمدؒ اور دوسرے کسی امامِ سنت نے اس بات پر تردد نہیں کیا ہے کہ علیؓ کے علاوہ کوئی اولیٰ بالحق نہیں ہے اور نہ ہی اس پر انہوں نے کوئی شک کیا ہے۔ پس ان دونوں میں کسی کو بغیر معین کیے حق پر کہنا تجویز ہے (یعنی یہ کہنا) کہ علیؓ کے علاوہ بھی کوئی حق پر ہو سکتا ہے۔ اس قول کو بدعتی اور گمراہ شخص کے علاوہ کوئی نہیں کہتا جس میں ناصبیت کی ایک قسم ہو، اگرچہ وہ تاویل کرنے والا ہو"

(مجموع الفتاوی: 4/438)

## 3- یزید اور اس کے اصحاب کے بارے میں غلو کرنا:

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے ناصبیت کی قسموں میں ایک قسم یزید کے بارے میں غلو کرنا بھی شامل کی ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

"ولهذا اتفق أهل السنة والجماعة على رعاية حقوق الصحابة والقرابة وتبرءوا من الناصبة الذين يكفرون علي بن أبي طالب ويفسقونه وينتقصون بحرمة أهل البيت؛ مثل من كان يعاديهم على الملك أو يعرض عن حقوقهم الواجبة أو يغلو في تعظيم يزيد بن معاوية بغير الحق"

"اور اسی لیے اہل سنت والجماعت نے (نبی ﷺ کے) صحابہ اور قرابت داروں کے حقوق کا خیال رکھنے پر اتفاق کیا ہے، اور انہوں نے ناصبیوں سے براءت کا اظہار کیا ہے جو علی بن ابی طالب کی تکفیر کرتے ہیں، ان کی تفسیق کرتے ہیں، اور اہل بیت کی حرمت کی تنقیص کرتے ہیں اس شخص کی طرح جو حکمرانوں کو ان کے خلاف کرتا ہے، ان کے واجب حقوق سے جفا کرتا ہے، یا یزید بن معاویہ کی تعظیم میں بغیر حق غلو کرتا ہے"

(مجموع الفتاوی: 28/493)

## 4- اہل بیت کے فضائل سے اعراض کرنا:

اسی طرح شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے بعض جاہلوں کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

**"قد يصير بعض جهال المتسننة في إعراضه عن بعض فضائل علي وأهل البيت إذا رأى أهل البدعة يغلون فيها"**

"بعض جاہل، سنت کے دعوے دار علیؓ اور اہل بیت کے بعض فضائل بیان کرنے سے اعراض کرتے ہیں جب وہ اہل بدعت کو ان کے بارے میں غلو کرتا دیکھتے ہیں"

(مجموع الفتاوی: 6/26)

اگر فضائل بیان کرنے سے اعراض کرنے والوں کے بارے میں شیخ الاسلام کا یہ بیان ہے تو سوچیئے ان لوگوں کے بارے میں ان کا کیا خیال ہو گا جو اہل بیت کے ثابت شدہ فضائل والی احادیث جن کی صحت پر سب کا اتفاق ہو، کو چن چن کر الٹی سیدھی تاویلات کرکے ان کو ضعیف اور غیر ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں؟

الغرض مذکورہ بالا تمام باتیں ناصبیت کی علامت اور اس کا جزء ہیں، تو کیا خیال ہے بعض ایسے لوگوں کے بارے میں جن میں یہ ساری عادتیں پائی جاتی ہیں؟ ایسے شخص کے ناصبی ہونے میں کوئی شک باقی رہے گا؟ یقیناً نہیں۔

بلکہ ان میں سے بعض لوگوں نے یزید تو کیا حجاج بن یوسف جیسے ظالم جس کے ظلم وفسق پر اہل سنت کا اتفاق ہے اس کے بے جا دفاع میں بھی کتاب لکھ ڈالی ہے، ایسے لوگوں کے بارے میں ان کا رویہ یہ ہے جبکہ دوسری طرف اہل بیت کے فضائل ان سے ہضم نہیں ہوتے اور ان کی شان و عظمت پر اپنی زبانیں چلاتے ہیں۔ اگر یہ غلو نہیں تو پھر غلو کیا ہے؟

انہی ناصبیوں میں سے بعض نے اہل بیت کی فضیلت پر وارد ایک صحیح حدیث کا انکار کیا ہے جس میں نبی ﷺ نے سیدہ فاطمہ، سیدنا علی، سیدنا حسن، اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہم کو اپنی چادر تلے لے کر ان کے لیے خصوصی دعا فرمائی۔

چنانچہ اپنے نبی ﷺ کے پیارے اہل بیت کے حق وشان اور فضیلت کے دفاع میں یہ کتاب ترتیب دی گئی ہے جس میں اس حدیث کا- جسے حدیثِ کساء کہا جاتا ہے- دفاع کیا گیاہے اور اس کی صحت کو ثابت کیا گیا ہے، نیز اس پر وارد بعض جاہل ناصبیوں کے اعتراضات کا جواب بھی دیا گیا ہے۔

دعا ہے اللہ اس کوشش کو قبول فرمائے، اور ہمیں اپنے نبی ﷺ کے اہل بیت کے حقوق کا دفاع کرنے والوں میں شمار کرلے اور قیامت کے دن اپنے نبی ﷺ کی شفاعت عطاء فرمائے۔ آمین

حدیثِ کساء درج ذیل صحابہ سے مروی ہے:

1- ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا- ان سے اس روایت کے طرق بے شمار ہیں، نیز قصے کی اصل کے اعتبار سے یہ ان سے متواتر طرق سے مروی ہے۔ اسی روایت اور اس کے تمام طرق کو سب سے پہلے ذکر کیا گیا ہے۔
2- ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا۔ ان کی روایت صحیح مسلم میں مروی ہے۔
3- حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ
4- حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ

5- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ–ان کی روایت بھی صحیح مسلم میں مروی ہے۔

6- عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ

## (1) حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ روایت فرماتے ہیں:

حدثنا عبد الله بن نمير، قال: حدثنا عبد الملك يعني ابن أبي سليمان، عن عطاء بن أبي رباح، قال: حدثني من سمع أم سلمة، تذكر أن النبي صلى الله عليه وسلم كان في بيتها، فأتته فاطمة ببرمة، فيها خزيرة، فدخلت بها عليه، فقال لها: «ادعي زوجك وابنيك» قالت: فجاء علي، والحسين، والحسن، فدخلوا عليه، فجلسوا يأكلون من تلك الخزيرة، وهو على منامة له على دكان تحته كساء خيبري. قالت: وأنا أصلي في الحجرة، فأنزل الله عز وجل هذه الآية: {إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرا} [الأحزاب: 33] قالت: فأخذ فضل الكساء، فغشاهم به، ثم أخرج يده، فألوى بها إلى السماء، ثم قال: «اللهم هؤلاء أهل بيتي وخاصتي، فأذهب عنهم الرجس، وطهرهم تطهيرا، اللهم هؤلاء أهل بيتي وخاصتي، فأذهب عنهم الرجس، وطهرهم تطهيرا» قالت: فأدخلت رأسي البيت، فقلت: وأنا معكم يا رسول الله، قال: «إنك إلى خير، إنك إلى خير» قال عبد الملك، وحدثني

أبو ليلى، عن أم سلمة، مثل حديث عطاء، سواء قال: عبد الملك، وحدثني داود بن أبي عوف أبو الجحاف، عن شهر بن حوشب، عن أم سلمة بمثله سواء

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام ان کے گھر میں تھے کہ حضرت فاطمہ ایک ہنڈیا لے کر آگئیں جس میں خزیرہ تھا، نبی علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ اپنے شوہر اور بچوں کو بھی بلالاؤ چنانچہ حضرت علی اور حضرات حسنین بھی آگئے اور بیٹھ کر وہ خزیرہ کھانے لگے نبی علیہ السلام اس وقت ایک چبوترے پر نیند کی حالت میں تھے نبی علیہ السلام کے جسم مبارک کے نیچے خیبر کی ایک چادر تھی اور میں حجرے میں نماز پڑھ رہی تھی کہ اسی دوران اللہ نے یہ آیت نازل فرمادی اے اہل بیت اللہ تو تم سے گندگی کو دور کر کے تمہیں خوب صاف ستھرا بنانا چاہتا ہے۔

اس کے بعد نبی علیہ السلام نے چادر کا بقیہ حصہ لے کر ان سب پر ڈال دیا اور اپنا ہاتھ باہر نکال کر آسمان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اے اللہ یہ لوگ میرے اہل بیت اور میرا خاص مال ہیں تو ان سے گندگی کو دور کر کے انہیں خوب صاف ستھرا کر دے، دو مرتبہ یہ دعا کی اس پر میں نے اس کمرے میں اپنا سر داخل کر کے عرض کیا یا رسول

اللہ میں بھی تو آپ کے ساتھ ہوں نبی علیہ السلام نے فرمایا تم بھی خیر پر ہو، تم بھی خیر پر ہو۔

دیکھیں: مسند الامام احمد (44/118 ح26508 تحقیق شعیب الارناؤط)

اس حدیث کی امام احمد نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے تین اسانید ذکر فرمائی ہیں، جن کا ذکر درج ذیل ہے:

## پہلی:

حدثنا عبد الله بن نمير، قال: حدثنا عبد الملك يعني ابن أبي سليمان، عن عطاء بن أبي رباح، قال: حدثني من سمع أم سلمة

## دوسری:

قال عبد الملك، وحدثني أبو ليلى، عن أم سلمة، مثل حديث عطاء

## تیسری:

قال: عبد الملك، وحدثني داود بن أبي عوف أبو الجحاف، عن شهر بن حوشب، عن أم سلمة بمثله سواء

ان اسانید کی ترتیب وار تخریج درج ذیل ہے:

## 1- تخریج طریق عطاء عن رجل عن ام سلمہ

أخرجه الإمام أحمد في المسند (٢٦٥٠٨) وفي فضائل الصحابة (٩٩٤) ومن طريقه رواه الواحدي في أسباب النزول (ص ٣٥٥) وابن عساكر في تاريخ دمشق (٢٠٥/١٣) عن عبد الله بن نمير قال حدثنا عبد الملك بن ابي سليمان عن عطاء قال حدثني من سمع أم سلمة

وأخرجه الطبراني في الكبير (٥٤/٣ ح ٢٦٦٨) (٢٨١/٢٣ ح ٦١٢) عن حفص بن عمر بن الصباح، ثنا أبو غسان، ثنا جعفر الأحمر، عن عبد الملك بن أبي سليمان، عن عطاء، عن أم سلمة، بدون الواسطة ، ورجاله ثقات.

وأخرجه الطحاوي في شرح مشكل الآثار (٢٣٩/٢ ح ٧٦٦) عن حسين بن الحكم الحيري عن أبو غسان مالك بن إسماعيل به.

## رجال کا تعارف

اس سند کے تمام رجال ثقہ ہیں سوائے یہ کہ عطاء اور ام سلمہ کے درمیان کا واسطہ غیر معلوم ہے لیکن اس سے سند کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ امام احمد نے خود اس کے دو دیگر شواہد بھی ذکر کیے ہیں، اور اس کے علاوہ بھی ام سلمہ سے اس روایت کے کئی طرق مروی ہیں جن کا ذکر بعد میں کیا جائے گا۔ فی الحال اس طریق کے رجال کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

### عبد اللہ بن نمیر الہمدانی

عبد اللہ بن نمیر الہمدانی صحیحین و سنن اربعہ کے راوی ہیں اور ثقہ ہیں۔

- حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:" ثقة صاحب حديث من أهل السنة " (تقریب التہذیب:3668)
- حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"الحافظ الثقة الإمام" (سیر اعلام النبلاء: 9/244)

امام طبرانی اور امام طحاوی کی سند میں عبد اللہ بن نمیر کی متابعت جعفر بن زیاد الاحمر نے بھی کر رکھی ہے، جن کے متعلق حافظ ابن حجر و حافظ ذہبی دونوں نے فرمایا کہ وہ

صدوق تھے اور شیعیت کی طرف مائل تھے۔ البتہ جعفر الاحمر کی سند میں عطاء اور ام سلمہ کے درمیان کسی بھی واسطے کا ذکر نہیں ہے جو کہ راوی کی غلطی ہے۔

## عبد الملک بن ابی سلیمان الکوفی

عبد الملک بن ابی سلیمان الکوفی صحاح ستہ کے راوی ہیں الا یہ کہ امام بخاری نے ان سے صرف تعلیقا روایت کی ہے۔

1) ابو نعیم فرماتے ہیں کہ امام عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے فرمایا: " كنا عند سفيان فذكروا الحفاظ، فذكروا إسماعيل بن أبي خالد، والأعمش، فقال سفيان: فأين عبد الملك، قال: أبو نعيم كأنه يقدمه. " ترجمہ: ہم سفیان (ثوری) کے پاس موجود تھے تو حفاظ کا ذکر ہوا۔ لوگوں نے اسماعیل بن ابی خالد اور اعمش کا ذکر کیا، تو سفیان نے فرمایا: عبد الملک کہاں گئے؟ ابو نعیم کہتے ہیں: گویا سفیان عبد الملک کو فوقیت دیتے تھے۔ (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: 5/367)۔

2) امام سفیان الثوری عبد الملک کو "میزان" کہا کرتے تھے (تاریخ بغداد: 10/395)۔

3) امام جریر بن عبد الحمید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:" كان المحدثون إذا وقع بينهم الاختلاف في الحديث سألوا عبد الملك بن أبي سليمان وكان حكمهم "ترجمہ: جب محدثین کے درمیان کسی حدیث کے بارے میں اختلاف ہوتا تو وہ عبد الملک بن ابی سلیمان سے پوچھتے اور وہی ان کا حکم ہوتا۔ (ایضا)

4) امام عبد الرحمن بن مہدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:" كان شعبة يعجب من حفظ عبد الملك– يعني ابن أبي سليمان "ترجمہ: شعبہ عبد الملک کے حافظے پر تعجب کا اظہار کیا کرتے تھے۔ (الجرح والتعدیل: 1/ 70)

5) امام ابو داود رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے عبد الملک کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا:" ثقة." قلت: "يخطئ؟" قال: "نعم، وكان من أحفظ أهل الكوفة إلا أنه رفع أحاديث عن عطاء "ترجمہ: وہ ثقہ ہیں۔ میں نے (ابو داؤد سے) پوچھا:" وہ غلطی کرتے تھے؟" فرمایا:" ہاں، اور وہ اہل کوفہ میں سب سے بڑے حافظ تھے الا یہ کہ وہ عطاء سے بعض (غیر مرفوع) احادیث کو مرفوعا بیان کر دیتے تھے۔" (تاریخ بغداد: 10/ 394)

**نوٹ:** یہاں امام احمد کی مراد حدیث الشفعہ ہے۔ ان کی اس حدیث کو امام احمد سمیت باقیوں نے منکر کہا ہے۔ اور ان کی صرف اسی حدیث پر کلام کیا گیا ہے اور صرف اسی ایک حدیث کی وجہ سے شعبہ نے ان پر کلام کیا ہے۔

چنانچہ امام ذہبی فرماتے ہیں:" تكلم فيه شعبة لتفرده عن عطاء بخبر الشفعة للجار "ترجمہ: شعبہ نے شفعہ والی حدیث میں ان کے عطاء سے تفرد کی وجہ سے ان پر کلام کیا ہے (میزان الاعتدال:2/656)۔

اس کے علاوہ ان کی کسی حدیث پر کوئی کلام نہیں ہے، لہذا امام احمد کے کلام کو اسی پر محمول کیا جائے گا۔

امام شعبہ اپنی سختی کے لئے جانے جاتے ہیں اور ان کو بھی ان کی اس حدیث کے علاوہ کوئی حدیث معلول نہیں ملی، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:" لو روى عبد الملك بن أبي سليمان حديثا آخر مثل حديث الشفعة لطرحت حديثه "ترجمہ: اگر عبد الملک بن ابی سلیمان حدیث الشفعہ جیسی ایک اور حدیث بھی روایت کرتے تو میں ان کی حدیث کو ترک کر دیتا۔ (تاریخ بغداد:10/394) اور ان کی اس سختی پر امام خطیب نے تعاقب کیا ہے۔

6) اس کے برعکس امام یحیی بن معین رحمہ اللہ عبد الملک کو عطاء کی روایت میں قیس بن سعد (ثقہ) پر مقدم کیا کرتے تھے (الجرح والتعدیل:5/357)۔

7) امام ابن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:" وكان ثقة مأمونا ثبتا "(الطبقات الکبری:6/337)

8) امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:" كان عبد الملك من خيار أهل الكوفة وحفاظهم والغالب على من يحفظ ويحدث من حفظه أن يهم وليس من الإنصاف ترك حديث شيخ ثبت صحت عدالته بأوهام يهم في روايته، ولو سلكنا هذا المسلك للزمنا ترك حديث الزهري، وابن جريج والثوري وشعبة لأنهم أهل حفظ وإتقان وكانوا يحدثون من حفظهم ولم يكونوا معصومين حتى لا يهموا في الروايات، بل الاحتياط والأولى في مثل هذا قبول ما يروي الثبت من الروايات وترك ما صح أَنَّهُ وهم فيها ما لم يفحش ذلك منه حتى يغلب على صوابه، فان كان كذلك استحق الترك حينئذ"

ترجمہ: عبد الملک کوفہ کے بہترین لوگوں اور سب سے بڑے حفاظ میں سے تھے۔ اور جو شخص اپنے حافظے سے حفظ اور تحدیث کرتا ہے وہ بعض اوقات غلطی تو

کرتا ہی ہے، لہذا یہ انصاف نہیں ہے کہ ایسے شیخ جو ثبت ہیں اور ان کی عدالت مسلّم ہے ان کی حدیث کو بعض اوہام کی وجہ سے ترک کر دیا جائے۔ اگر ہم اس راہ پر چلیں تو ہم پر لازم ہو جائے گا کہ زہری، ابن جریج، ثوری، اور شعبہ کی حدیث کو بھی ترک کر دیں کیونکہ وہ بھی اہل حفظ واتقان میں سے تھے اور وہ اپنے حافظے سے روایات بیان کیا کرتے تھے، لیکن پھر بھی وہ معصوم نہیں تھے کہ بعض روایات میں غلطی نا کریں۔ بلکہ ان جیسوں کے بارے میں اولی اور احتیاط پر مبنی بات یہی ہے کہ ان کی روایات کو قبول کیا جائے، اور جن روایات میں یہ ثابت ہو جائے کہ انہوں نے غلطی کی ہے اسے ترک کر دیا جائے، جب تک وہ فحش غلطی نا کریں حتی کہ وہ ان کے صواب پر غالب آجائے، اور اگر ایسا ہو جائے تو تب وہ ترک کے مستحق ہو جائیں گے۔ (الثقات لابن حبان: 4/59)۔

## عطاء بن ابی رباح المکی

امام عطاء کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ کبار تابعین و ثقہ ثبت فقہاء اہل سنت میں سے ہیں۔

البتہ، امام علی بن المدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "لم يسمع.... من أم سلمة" انہوں نے ام سلمہ سے کچھ نہیں سنا (المراسیل: ص155)۔

## 2- تخریج طریق ابولیلی عن ام سلمہ

امام احمد رحمہ اللہ کے بیان کردہ دوسرے طریق کی تخریج درج ذیل ہے:

اس طریق کو ابولیلی سے امام عبد الملک بن ابی سلیمان نے روایت کیا ہے اور ان سے اسے درج ذیل لوگوں نے بیان کیا ہے:

- عبد الله بن نمير (ثقة حجة)

(أخرجه الإمام أحمد في المسند (٢٦٥٠٨) وفي فضائل الصحابة (٩٩٥) عن عبد الله بن نمير عن عبد الملك، حدثني أبو ليلى، عن أم سلمة)

- محمد بن عبد الملك بن أبي سليمان (مجهول الحال)

(أخرجه طراد بن محمد الزينبي في "تسعة مجالس من أمالي طراد الزينبي" (ح ٢٦) قال أخبرنا أحمد بن محمد بن حسنون (هو أحمد بن محمد بن أحمد بن حسنون البزاز، ثقة)، قال: نا محمد بن عمرو (الرازي، ثقة)، إملاء، قال: نا محمد بن عبد الملك ابن أبي سليمان (مجهول) عن أبيه عن أبو ليلي عن أم سلمة)

- يزيد بن هارون (ثقة متقن)

(أخرجه ابن البختري في "جزء فيه ستة مجالس من أمالي ابن البختري" (ح ٤٩)، قال حدثنا محمد بن عبد الملك الدقيقي (ثقة)، قال حدثنا يزيد بن هارون قال أخبرنا عبد الملك عن أبي ليلي الكندي عن أم سلمة)

- إسحاق بن يوسف الأزرق (ثقة)

(أخرجه الآجري في الشريعة (٥/٢٢٠٧) قال: أنبأنا أبو محمد عبد الله بن محمد بن ناجية (ثقة ثبت) قال: أنبأنا عمار بن خالد التمار (ثقة) قال: حدثنا إسحاق بن يوسف الأزرق قال: حدثنا عبد الملك بن أبي سليمان , عن أبي ليلى الكندي , عن أم سلمة رضي الله عنها)، ولفظه:

أن النبي صلى الله عليه وسلم كان في بيتها على منامة له , تحته كساء خيبري , فجاءت فاطمة رضي الله عنها ببرمة فيها خزيرة , فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «ادعي زوجك , وابنيك حسنا وحسينا» فدعتهم , فبينا هم يأكلون , إذ نزلت على النبي صلى الله عليه وسلم: {إنما

يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرا}
[الأحزاب: 33] فأخذ النبي صلى الله عليه وسلم الكساء
فغشاهم بهم , ثم قال: «اللهم هؤلاء أهل بيتي , وحامتي ,
فأذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا»

**نوٹ:** ابو لیلی کے طریق کا متن امام احمد وغیرہ نے ذکر نہیں کیا ہے بلکہ انہوں نے عطاء بن ابی رباح کی روایت کے الفاظ ذکر کئے ہیں اور پھر ابو لیلی کی روایت کی طرف اشارہ کر کے کہا ہے کہ اس کے الفاظ اس سے ملتے جلتے ہیں۔ البتہ امام آجری نے کتاب الشریعہ میں ابو لیلی کی روایت کے الفاظ ذکر کئے ہیں جو یہاں لکھ دیے گئے ہیں۔ چنانچہ ابو لیلی کی روایت میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا آخر میں استفسار کا ذکر نہیں ہے جس میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: "وأنا معكم يا رسول الله؟"۔

ان چاروں طرق کے تمام رجال ثقات ہیں۔ چنانچہ، عبد اللہ بن نمیر، محمد بن عبد الملک، یزید بن ہارون اور اسحاق الازرق چاروں اسے عبد الملک بن ابی سلیمان سے روایت کرتے ہیں جن کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔

عبد الملک بن ابی سلیمان اسے ابو لیلی الکندی سے روایت کرتے ہیں اور وہ کبار تابعین اور ثقہ رواۃ میں سے ہیں۔

## توثیق ابو لیلی الکندی

1- ابن ابی مریم فرماتے ہیں کہ امام یحیی بن معین رحمہ اللہ نے ان کے متعلق فرمایا:

"**ثقة مشهور**"(تہذیب الکمال:34/239)۔

2- امام ابو الحسن العجلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:" **تابعي، ثقة، من كبار التابعين** "(الثقات للعجلی:2027)۔

3- حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:" **ثقة من الثانية** "(تقریب:8332)۔

چنانچہ معلوم ہوا کہ یہ اسناد بالکل صحیح اور متصل ہے۔

## 3- تخریج طریق شہر بن حوشب عن ام سلمہ

امام احمد نے تیسرا طریق شہر بن حوشب سے نقل کیا ہے۔ شہر بن حوشب سے اس حدیث کو کئی لوگوں نے روایت کیا ہے۔ البتہ شہر سے اس حدیث کے مختلف طرق کے الفاظ میں بعض اختلاف پایا جاتا ہے۔ شہر کی روایت کی تخریج درج ذیل ہے:

### 1- طریق داؤد بن ابی عوف عن شہر بن حوشب

أخرجه الإمام أحمد في المسند (٢٦٥٠٨) وفي فضائل الصحابة (٩٩٤) عن ابن نمير عن عبد الملك، حدثني داود بن أبي عوف أبو الجحاف، عن شهر بن حوشب، عن أم سلمة

وأخرجه ابن البختري في "جزء فيه ستة مجالس من أمالي ابن البختري" (٤٩) عن محمد بن عبد الملك الدقيقي (ثقة)، قال حدثنا يزيد بن هارون، قال أخبرنا عبد الملك بن أبي سليمان عن داود بن أبي عوف به.

وأخرجه الآجري في الشريعة (١٦٩٧) أنبأنا أبو محمد عبد الله بن صالح البخاري قال: حدثنا الحسن بن علي الحلواني، قال: حدثنا يزيد بن هارون به.

وأخرجه طراد الزينبي في "تسعة مجالس من أمالي طراد بن محمد الزينبي" (٢٦) قال أخبرنا أحمد بن محمد بن حسنون (هو أحمد بن محمد بن أحمد بن حسنون، ثقة)، قال: نا محمد بن عمرو (بن بكر الرازي، ثقة)، إملاء، قال: نا محمد بن عبد الملك ابن أبي سليمان عن أبيه عبد الملك عن داود بن أبي عوف به.

وأخرجه الطحاوي في شرح مشكل الآثار (٧٦٧) عن أبي أمية (صدوق) حدثنا بكر بن يحيي بن زبان (وثقه ابن حبان) حدثنا مندل (ضعيف، يعتبر به) عن أبي الجحاف داود بن ابي عوف به.

وأخرجه الطبراني في الصغير (١٧٧) وفي الأوسط (٢٢٦٠) ومن طريقه رواه أبو نعيم في تاريخ أصبهان (١/١٤٣) عن أحمد بن مجاهد الأصبهاني (مجهول الحال)، حدثنا عبد الله بن عمر بن أبان (صدوق)، حدثنا زافر بن سليمان (صدوق كثير الوهم)، عن طعمة بن عمرو الجعفري (ثقة)، عن أبي الجحاف داود بن أبي عوف عن شهر بن حوشب، عن أم سلمة

قالت: كان النبي صلى الله عليه وسلم في بيتي فجاءته فاطمة عليها السلام بخزيرة فقال: " ادعي لي بعلك " فدعته وابنيها، فجاء بكساء فحفهم به , ثم أخذ طرفه بيده , ثم رفع يديه فقال: " اللهم إن هؤلاء ذريتي وأهل بيتي فأذهب الرجس عنهم وطهرهم تطهيرا " قالت: فرفعت الكساء، وأدخلت رأسي فيه فقلت: أنا يا رسول الله قال: " إنك على خير ".

اس تخریج سے معلوم ہوا کہ اس طریق کو عبد اللہ بن نمیر، یزید بن ہارون، اور محمد بن عبد الملک (تینوں) نے عبد الملک بن ابی سلیمان سے نقل کیا ہے۔ اور عبد الملک نے اسے داود بن ابی عوف عن شہر بن حوشب کے طریق سے نقل کیا ہے۔

مزید یہ کہ عبد الملک کی متابعت مندل بن علی اور طعمہ بن عمرو الجعفری نے بھی کر رکھی ہے، اگرچہ ان کی اسانید میں ہلکا سا ضعف ہے۔

## ابو الجحاف داود بن ابی عوف کی توثیق

1) عبد اللہ بن داود الخریبی نے فرمایا: " كان سفيان يوثقه ويعظمه "امام سفیان ثوری رحمہ اللہ ان کی توثیق و تعظیم کرتے تھے (الجرح والتعدیل: 3/421، واسنادہ صحیح)۔

2) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ان کے متعلق فرمایا:" ثقة "(الجرح والتعدیل: 3/422)۔

3) امام یحیی بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا:" ليس به بَأسٌ "۔اور ایک دوسری جگہ فرمایا:" ثقةٌ "(انظر: موسوعۃ اقوال یحیی بن معین فی الجرح والتعدیل: 2/41)۔

4) امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ نے فرمایا:" أبو الجحاف داود بن أبي عوف صالح الحديث "(الجرح والتعدیل:3/422)۔

5) امام نسائی رحمہ اللہ نے فرمایا:" ليس به بأس "(تہذیب الکمال: 8/435)۔

6) امام ابن حبان نے انہیں اپنی کتاب الثقات (3/338) میں ذکر کیا اور فرمایا:" يخطئ "۔

7) امام ابن عدی رحمہ اللہ نے فرمایا:" هو من غالية أهل التشيع وعامة حديثه في أهل البيت ولم أر لمن تكلم فِي الرجال فيه كلاما، وَهو عندي ليس بالقوي، ولاَ ممن يحتج به في الحديث "ترجمہ: "وہ غالی شیعہ میں سے تھے، اور ان کی عام احادیث اہل بیت کے بارے میں ہیں۔ رجال پر کلام کرنے والوں کی طرف سے میں نے ان پر کوئی کلام نہیں دیکھا ہے،

وہ میرے نزدیک قوی نہیں اور نہ ہی وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کی حدیث سے حجت لی جاتی ہے" (الکامل لابن عدی: 3/545)۔

نوٹ: امام ابن عدی کی تضعیف کو دیگر کبار محدثین نے قبول نہیں کیا ہے۔

8) امام ذہبی رحمہ اللہ نے انہیں اپنی کتاب "من تكلم فيه وهو موثق" (109) میں ذکر کر کے ان کی توثیق کو راجح قرار دیا ہے۔

9) امام ابن حجر بطور خلاصہ فرماتے ہیں: " صدوق شيعى ربما أخطأ " (تقریب)۔

پس معلوم ہوا کہ داود ابن ابي عوف صدوق حسن الحدیث ہیں۔ مزید یہ کہ وہ اس حدیث اور اس طریق کی روایت میں منفرد نہیں ہیں بلکہ ان کی متابعت دیگر کئی رواۃ نے کر رکھی ہے، جیسا کہ نیچے معلوم ہو گا۔

## 2- طریق عبد الحمید بن بہرام عن شہر بن حوشب

عبد الحمید بن بہرام سے اس حدیث کو درج ذیل لوگوں نے روایت کیا ہے:

- أبو النضر هاشم بن القاسم (ثقة ثبت)

(أخرجه أحمد (٢٦٥٥٠) - ومن طريق أحمد رواه الشجري في الأمالي خميسية (٧٧٨) – قال أحمد: حدثنا أبو النضر

هاشم بن القاسم (ثقة ثبت)، قال حدثنا عبد الحميد يعني ابن بهرام، قال: حدثني شهر بن حوشب، قال: سمعت أم سلمة)

- حجاج بن المنهال (ثقة فاضل)

(أخرجه عبد الله بن أحمد في فضائل الصحابة (١٣٩٢) عن أبي مسلم الكجي (اسمه إبراهيم بن عبد الله، ثقة)، ح وأخرجه الطبراني في الكبير (٣/٥٣ ح ٢٦٦٦) قال حدثنا علي بن عبد العزيز (ابن المرزبان بن سابور، ثقة) وأبو مسلم الكجي، قالا: ثنا حجاج بن المنهال نا عبد الحميد بن بهرام الفزاري به)

- أبو الوليد الطيالسي (ثقة ثبت)

(قال الطبراني في الكبير (٣/٥٣ ح ٢٦٦٦): وحدثنا أبو خليفة الفضل بن الحباب الجمحي (ثقة ثبت)، ثنا أبو الوليد الطيالسي، قالا (الحجاج والطيالسي): ثنا عبد الحميد بن بهرام الفزاري، به)

- عبد الرحمن بن زياد الرصاصي (صدوق)
- أسد بن موسي (صدوق يغرب وفيه نصب)

(أخرجه الطحاوي في شرح مشكل الآثار (٧٧٠) قال حدثنا سليمان الكيساني (هو سليمان بن شعيب بن سليمان، ثقة)،

حدثنا عبد الرحمن بن زياد، (ح) وما قد حدثنا الربيع المرادي، حدثنا أسد بن موسى قالا (عبد الرحمن بن زياد وأسد بن موسى): حدثنا عبد الحميد بن بهرام قال: حدثني شهر بن حوشب)

قال سمعت أم سلمة، زوج النبي صلى الله عليه وسلم حين جاء نعي الحسين بن علي لعنت أهل العراق فقالت: قتلوه قتلهم الله: غروه وذلوه، لعنهم الله، فإني رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم جاءته فاطمة غدية ببرمة، قد صنعت له فيها عصيدة تحملها في طبق لها، حتى وضعتها بين يديه، فقال لها: «أين ابن عمك؟» قالت: هو في البيت. قال: «فاذهبي، فادعيه، وائتني بابنيه» . قالت: فجاءت تقود ابنيها، كل واحد منهما بيد، وعلي يمشي في أثرهما، حتى دخلوا على رسول الله صلى الله عليه وسلم، فأجلسهما في حجره، وجلس علي عن يمينه، وجلست فاطمة عن يساره، قالت أم سلمة: فاجتبذ من تحتي كساء خيبريا كان بساطا لنا على المنامة في المدينة، فلفه النبي صلى الله عليه وسلم عليهم جميعا، فأخذ بشماله طرفي الكساء، وألوى بيده اليمنى إلى ربه عز وجل، قال: «اللهم أهلي، أذهب عنهم الرجس، وطهرهم تطهيرا، اللهم

أهلي أذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا اللهم أهل بيتي أذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا» قلت: يا رسول الله، ألست من أهلك؟ قال: «بلى، فادخلي في الكساء» قالت: فدخلت في الكساء بعدما قضى دعاءه لابن عمه علي وابنيه، وابنته فاطمة رضي الله عنهم.

وفي رواية الطيالسي عند الطبراني: قالت أم سلمة: فأخذت من تحتي كساء كان بساطنا على المنامة في البيت ببرمة فيها خزيرة، فقال لها النبي صلى الله عليه وسلم: «ادعي لي بعلك وابنيك الحسن والحسين» . فدعتهم فجلسوا جميعا يأكلون من تلك البرمة. قالت: وأنا أصلي في تلك الحجرة، فنزلت هذه الآية: {إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرا} [الأحزاب: 33] ، فأخذ فضل الكساء فغشاهم، ثم أخرج يده اليمنى من الكساء وألوي بها إلى السماء، ثم قال: «اللهم هؤلاء أهل بيتي وحامتي فأذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا» . قالت أم سلمة: فأدخلت رأسي البيت، فقلت: يا رسول الله، وأنا معكم؟ قال: «أنت على خير» مرتين

اس تخریج سے معلوم ہوا کہ اس طریق کو ابو النضر ہشام بن القاسم، حجاج بن المنہال، ابو الولید الطیالسی، عبد الرحمن بن زیاد، اور اسد بن موسی (پانچ لوگوں) نے عبد الحمید بن بہرام سے نقل کیا ہے۔

## عبد الحمید بن بہرام کی توثیق

عبد الحمید بن بہرام ثقہ ہیں۔ اور شہر بن حوشب سے روایت میں خاص طور پر ان کی بہت تعریف کی گئی ہے۔

1) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:"شيخ ثقة "(الجرح والتعدیل:6/ 9)۔

ایک اور جگہ امام احمد نے فرمایا:" عبد الحميد بن بهرام حديثه عن شهر مقارب كان يحفظها كأنه سورة من القرآن، وهي سبعون حديثا طوال "ترجمہ:"عبد الحمید بن بہرام کی شہر بن حوشب سے حدیث مقارب (اچھی) ہے۔ وہ شہر کی احادیث کو ایسے یاد کیا کرتے تھے جیسے قرآن کی کوئی سورت ہو، اور وہ ستر طویل احادیث ہیں"(الجرح والتعدیل:6/ 9)۔

2) امام یحیی بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا:" عبد الحميد بن بهرام ثقة " (الجرح والتعدیل:6/ 9)۔

3) امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے فرمایا:"هو في شهر بن حوشب مثل الليث بن سعد في سعيد المقبري "ترجمہ:"وہ شہر بن حوشب کی حدیث میں ایسے ہیں جیسے امام لیث بن سعد سعید المقبری کی حدیث میں ہیں (یعنی اوثق الناس)"(الجرح والتعدیل:6/ 9)۔

4) امام یحیی بن سعید القطان رحمہ اللہ نے فرمایا:" مَن أراد حديثَ شَهر فعليه بعَبد الحَمِيد "ترجمہ:"جو شخص شہر کی حدیث کا ارادہ رکھتا ہے تو اس پر عبد الحمید (کی روایت) لازم ہے"(التاریخ الکبیر للبخاری:6/ 54)۔

معلوم ہوا کہ شہر بن حوشب کے طرق میں سے یہ سب سے زیادہ اصح ہے۔

## 3- طریق زبید بن حارث عن شہر بن حوشب

زبید بن حارث سے اس روایت کو درج ذیل لوگوں نے روایت کیا ہے:

- سفيان الثوري (ثقة حافظ فقيه عابد إمام حجة، وكان ربما دلس)

(أخرجه أحمد (٢٦٥٩٧) قال حدثنا أبو أحمد الزبيري (ثقة ثبت قد يخطئ في حديث الثوري)، ح

وأخرجه الترمذي (٣٨٧١) قال حدثنا محمود بن غيلان حدثنا

أبو أحمد الزبيدي، ح

وأخرجه أبو يعلي (٧٠٢١) وابن أبي خيثمة في "السفر الثاني من تاريخ ابن أبي خيثمة" (٢٩٨٢) قالا (أبو يعلي وابن أبي خيثمة) حدثنا أبو خيثمة قال حدثنا محمد بن عبد الله الأسدي (أبو أحمد الزبيري) قال حدثنا سفيان، عن زبيد عن شهر بن حوشب به)

- عمرو بن قيس الملائي (ثقة متقن)

(أخرجه الطبراني في الأوسط (٣٧٩٩) ، ح

وأخرجه الخطيب في "موضع أوهام الجمع والتفريق" (٢/٣١٢-٣١٣) قال أخبرنا أبو سعد أحمد بن محمد بن أحمد بن عبد الله بن حفص الماليني (ثقة متقن) أخبرنا أبو محمد الحسن بن رشيق بمصر (ثقة)، كلاهما (الطبراني وابن رشيق) عن علي بن سعيد الرازي (المعروف بِعَلِيَّك، ثقة حافظ) قال: حدثني أبو أمية عمرو بن يحيي بن سعيد الأموي (ثقة، وفي رواية الطبراني: عمرو بن عثمان بن سعيد، وهو خطأ والتصحيح من الموضع للخطيب) قال: نا عمي عبيد بن سعيد

(ثقة)، عن سفيان الثوري، عن عمرو بن قيس الملائي، عن زبيد، عن شهر بن حوشب به)

- عمران بن زيد التغلبي (يكتب حديثه للإعتبار)

(أخرجه أبو العباس الأصم في "جزء من حديث أبي العباس الأصم" (١٩) قال ثنا الربيع بن سليمان ثنا أسد بن موسى نا عمران بن زيد التغلبي (يكتب حديثه للإعتبار) عن زبيد الإيامي عن شهر بن حوشب عن أم سلمة أنها قالت للجارية اخرجي فخبريني قال مرة فتخبريني، فرجعت الجارية فقالت قتل الحسين فشهقت شهقة غشي عليها ثم أفاقت فاسترجعت فقالت قتلوه قتلهم الله قتلوه أخزاهم الله. ثم أنشأت تحدث قالت...الخ)

- هلال بن مقلاص (هلال بن أبي حميد) (ثقة)

(أخرجه الطبري في التفسير (٢٦٣/٢٠) قال حدثني موسى بن عبد الرحمن المسروقي (ثقة)، قال: ثنا يحيى بن إبراهيم بن سويد النخعي (هو يحيي بن زكريا بن إبراهيم بن سويد، ذكره ابن حبان في الثقات، وقال أبو حاتم: ليس به بأس هو صالح الحديث)، عن هلال، يعني ابن مقلاص، عن زبيد به.)

- أبو إسرائيل إسماعيل بن خليفة العبسي (صدوق سيىء الحفظ نسب إلى الغلو فى التشيع)

(أخرجه ابن سمعون الواعظ في "أمالي ابن سمعون الواعظ" (١٣٤) قال حدثنا أبو بكر محمد بن جعفر الصيرفي (ثقة مأمون)، حدثنا أبو أسامة (ثقة صدوق)، حدثنا علي بن ثابت (الجزري، ثقة)، عن أبي إسرائيل (إسماعيل بن خليفة العبسي)، عن زبيد)

عن شهر بن حوشب، عن أم سلمة، أن النبي صلى الله عليه وسلم جلل على علي وحسن وحسين وفاطمة كساء، ثم قال: " اللهم هؤلاء أهل بيتي وخاصتي ، اللهم أذهب عنهم الرجس، وطهرهم تطهيرا ". فقالت أم سلمة فقلت : يا رسول الله، أنا منهم؟ قال: " إنك إلى خير "

اس تخریج سے معلوم ہوا کہ اس طریق کو احمد بن حنبل، محمود بن غیلان، اور ابو خیثمہ (تینوں) نے ابو احمد الزبیری عن سفیان عن زبید عن شہر بن حوشب کے طریق سے روایت کیا ہے۔

البتہ عبید بن سعید نے اسے سفیان عن عمرو بن قیس الملائی عن زبید عن شہر کے طریق سے روایت کیا ہے، یعنی عبید بن سعید کی روایت میں سفیان اور زبید کے درمیان عمرو بن قیس کا اضافہ ہے۔

ان دونوں میں سے عمرو بن قیس کے اضافے والی سند درست ہے کیونکہ ابو احمد الزبیری ثقہ ثبت ہونے کے باوجود سفیان الثوری کی روایت میں بعض اوقات غلطی کیا کرتے تھے، مزید یہ کہ سفیان الثوری اپنی تدلیس کی وجہ سے بھی معروف ہیں، اور یہاں پر انہوں نے تدلیس نہ کرتے ہوئے اپنے اور زبید کے درمیان کے واسطے کو ظاہر کیا ہے۔ چنانچہ اس سند میں زبید بن حارث سے روایت کرنے والے اصل راوی عمرو بن قیس الملائی ہیں۔

اس کے علاوہ عمران بن زید التغلبی، ہلال بن مقلاص، اور ابو اسرائیل نے بھی زبید سے روایت کرنے میں عمرو بن قیس الملائی کی متابعت کی ہے۔

## زبید بن الحارث کی توثیق

زبید بن الحارث صحیحین اور سنن اربعہ کے راوی ہیں اور ان کی توثیق پر کسی کا کوئی شک نہیں ہے۔

1) امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ نے فرمایا:" ما رأيت بالكوفة شيخا خيرا من زبيد "ترجمہ:"میں نے کوفہ میں کوئی شیخ زبید سے زیادہ بہتر نہیں دیکھا" (تہذیب التہذیب:3/311)۔

2) امام یحیی بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا:" ثبت "،اور فرمایا:" ثقة "(الجرح والتعدیل:3/623)۔

3) امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ نے فرمایا:" ثقة "(الجرح والتعدیل:3/623)۔

4) امام ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا:" ثقة ثبت عابد "(التقریب)

زبید پر کسی کی کوئی جرح منقول نہیں ہے۔

## 4- طریق اجلح بن عبد اللہ عن شہر بن حوشب

أخرجه الطحاوي في شرح مشكل الآثار (٧٦٦) قال حدثنا الحسين (بن الحكم الحبري)، حدثنا أبو غسان مالك بن إسماعيل حدثنا جعفر الأحمر، عن الأجلح، عن شهر بن حوشب؛ وعبد الملك، عن عطاء، عن أم سلمة

قالت: جاءت فاطمة بطعام لها إلى أبيها , وهو على منازله فقال: " أي بنية، ائتيني بأولادي وابني وابن عمك " قالت: ثم جللهم أو

قالت: حوى عليهم الكساء، فقال: " هؤلاء أهل بيتي وحامتي فأذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا " قالت أم سلمة: يا رسول الله، وأنا معهم قال: " أنت من أزواج النبي عليه السلام وأنت على خير "، أو " إلى خير "

هذا لفظ رواية عطاء، ولم يذكر الطحاوي لفظ رواية الأجلح عن شهر.

اس طریق کی سند حسن لذاتہ ہے۔ اس کے رجال کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

## الحسین بن الحکم الحبری

امام حاکم نے امام دارقطنی رحمہ اللہ سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا: " الْحُسَيْن بن الحكم بن مُسلم الْحبرِي ثِقَة "(سؤالات الحاکم للدارقطنی:90)۔

## ابو غسان مالک بن اسماعیل

ابو غسان صحاح ستہ کے راوی ہیں اور کبار ائمہ محدثین میں سے ہیں۔ ان کے بارے میں محدثین کے چند اقوال درج ذیل ہیں:

1) امام یحیی بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا:" ليس بالكوفة أتقن من أبي غسان "کوفہ میں ابو غسان سے زیادہ متقن کوئی نہیں ہے(الجرح والتعدیل: 206/8)۔

2) امام ابن نمیر رحمہ اللہ نے فرمایا:" أبو غسان محدث من أئمة المحدثين "(الجرح والتعدیل:8/206)۔

3) امام ابوحاتم رحمہ اللہ نے فرمایا:" لم أر بالكوفة أتقن من أبي غسان لا أبو نعيم، ولا غيره، وأبو غسان أوثق من إسحاق بن منصور السلولي، وهو متقن ثقة، وكان له فضل، وصلاح، وعبادة، وصحة حديث واستقامة، وكانت عليه سجادتان، كنت إذا نظرت إليه كأنه خرج من قبر "(الجرح والتعدیل:2/207)۔

4) امام یعقوب بن شیبہ رحمہ اللہ نے فرمایا:" ثقة، صحيح الكتاب، من العابدين.

اور ایک دوسری جگہ فرمایا: " كان ثقة، متثبتا "(سیر اعلام النبلاء: 431/10)۔

5) امام عثمان بن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے فرمایا:" صدوق ثبت متقن امام من الأئمة ولولا كلمته لما كان يفوقه بالكوفة أحد "(تاریخ اسماء الثقات لابن شاہین:1328)۔

6) امام ابن سعد رحمہ اللہ نے فرمایا:" كان أبو غسان ثقة صدوقا متشيعا شديد التشيع "(الطبقات الکبری:6/404)۔

ان پر شدید تشیع کے الزام کو امام بخاری اور امام ذہبی نے رد کیا ہے۔

7) امام ابو احمد الحاکم رحمہ اللہ نے فرمایا:" حدثنا الحسين الغازي، قال: سألت البخاري عن أبي غسان، قال: وعماذا تسأل؟ قلت: التشيع. فقال: هو على مذهب أهل بلده، ولو رأيتم عبيد الله بن موسى، وأبا نعيم، وجماعة مشايخنا الكوفيين، لما سألتمونا عن أبي غسان "

ترجمہ:" حسین الغازی کہتے ہیں میں نے امام بخاری سے ابو غسان کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: آپ کس بارے میں پوچھ رہے ہیں؟ میں نے کہا: تشیع کے بارے میں۔ تو امام بخاری نے فرمایا: وہ اپنے علاقے کے لوگوں کے مذہب پر ہی تھے، اگر آپ عبید اللہ بن موسی، ابو نعیم اور کوفہ کے ہمارے دیگر مشائخ کی جماعت کو دیکھتے تو ہم سے ابو غسان کے بارے میں نہ پوچھتے "(سیر اعلام النبلاء: 10/432)۔

یعنی ان کا تشیع کوئی خاص نہیں بلکہ کوفہ کے دیگر مشائخ والا ہی تشیع ہے۔ یعنی وہ تمام صحابہ کی عظمت و تکریم کرتے تھے اور محض علی و معاویہ رضی اللہ عنہما کی لڑائی میں وہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے نالاں تھے۔

اس کے تحت امام ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا:" قلت: وقد كان أبو نعيم، وعبيد الله معظمين لأبي بكر وعمر، وإنما ينالان من معاوية، وذويه "ابو نعیم اور عبید اللہ دونوں ابو بکر و عمر کی عظمت کے قائل تھے، اور صرف معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے نالاں تھے۔

8) امام ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا:" الحافظ، الحجة، الإمام... حديثه في كل الأصول، وفيه أدنى تشيع "ترجمہ:"وہ حافظ، حجت، امام ہیں۔۔۔۔ ان کی حدیث تمام بنیادی کتابوں میں ہے، اور ان میں ادنی سا تشیع تھا"(سیر اعلام النبلاء:10/430-432)۔

9) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:" ثقة متقن صحيح الكتاب عابد من صغار التاسعة مات سنة سبع عشرة "(تقریب:6424)۔
اور ایک دوسری جگہ فرمایا:" من كبار شيوخ البخاري، مجمع على ثقته، ذكره ابن عدي في "الكامل" من أجل قول الجوزجاني: "إنه كان خشبيًا" – يعني شيعيًا – وقد احتج به الأئمة "(فتح الباری:1/442)۔

## جعفر بن زیادہ الاحمر

جعفر الاحمر ثقہ راوی ہیں۔

1) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:" هو صالح الحديث "(الجرح والتعدیل:2/480)۔

2) امام یحیی بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا:" ثقة "(الجرح والتعدیل:2/480)۔

3) امام ابوزرعہ الرازی رحمہ اللہ نے فرمایا:" صدوق "(الجرح والتعدیل: 2/480)۔

4) امام یعقوب بن سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا:" كوفي ثقة "(تاریخ بغداد: 7/163)۔

5) امام ابوداود رحمہ اللہ نے فرمایا:" صدوق شيعي، حدث عنه عَبْد الرَّحْمَنِ بن مهديّ "(تاریخ بغداد:7/163)۔

6) امام ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا:" صدوق شيعي "(الکاشف:790)۔

7) امام ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا:" صدوق يتشيع "(تقریب:940)۔

اس تفصیل سے ہمیں معلوم ہوا کہ اس طریق کی سند اجلح بن عبد اللہ تک صحیح ہے جس سے اس طریق میں اجلح بن عبد اللہ کی شہر بن حوشب سے روایت میں دیگر رواۃ کی متابعت ثابت ہوتی ہے۔ جہاں تک اجلح بن عبد اللہ کا تعلق ہے تو وہ صدوق حسن الحدیث ہیں اگرچہ بعض ناقدین نے اختلاف کیا ہے۔ البتہ اس اختلاف کا اس روایت پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ یہاں پر اجلح بن عبد اللہ شہر بن حوشب سے روایت کرنے والے کئی راویوں میں سے ایک ہیں اور اکیلے نہیں ہیں۔ چنانچہ اگر وہ ضعیف بھی ہوتے

تو ان کی یہ روایت ان متابعات کی وجہ سے صحیح ہوتی۔ ہمارا جو اصل مقصد تھا وہ صرف ان تک اس متابعت کو ثابت کرنا تھا جو کہ ثابت ہو چکی ہے۔ بہر حال پھر بھی تفصیل سے گریز کرتے ہوئے یہاں پر ہم اجلح بن عبد اللہ کے بارے میں ذہبی و ابن حجر رحمہا اللہ کے خلاصے ذکر کر دیتے ہیں:

## اجلح بن عبد اللہ الکندی الکوفی

1) امام ذہبی رحمہ اللہ نے انہیں اپنے رسالے "من تكلم فيه وهو موثق" میں ذکر کیا اور فرمایا: " شيعي مشهور صدوق "(13)۔

2) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: " صدوق شيعي "(تقریب:285)۔

## 5- طریق بلال بن مرداس عن شہر بن حوشب

أخرجه البخاري في التاريخ الكبير (٢/١١٠) قال: قال محمد أبو يحيى (محمد بن عبد الرحيم بن أبي زهير البزاز، ثقة حافظ)، ح

وأخرجه الطبراني في الكبير (٢٣/٣٣٤ ح ٧٧٣) قال حدثنا أسلم بن سهل (ثقة إمام، صاحب تاريخ واسط)، وعبدان بن أحمد (الأهوازي، ثقة حافظ)، قالا: ثنا الفضل بن سهل الأعرج (ثقة)، ح

وأخرجه ابن سمعون في "أمالي ابن سمعون الواعظ" (١٣٣) عن أبو بكر محمد بن جعفر الصيرفي (ثقة)، حدثنا أبو أسامة الكلبي (ثقة)، وثلاثتهم (محمد أبو يحيي، والفضل بن سهل الأعرج، وأبو أسامة الكلبي) قالوا:

حدثنا علي بن ثابت (الدهان، صدوق شيعي)، عن أسباط (بن نصر الهمداني صاحب السدي، صدوق ليس بالقوى)، عن السدي (إسماعيل بن عبد الرحمن، صدوق)، عن بلال بن مرداس، عن شهر بن حوشب عن أم سلمة، قالت: دخل علي رسول الله صلى الله عليه وسلم، فأتته فاطمة بخريزة فوضعته بين يديه، فقال لي: «ادع لي زوجك وابنيك» ، فدعوتهم فطعموا وتحتهم كساء خيبري، فجمع رسول الله صلى الله عليه وسلم الكساء عليهم، ثم قال: «هؤلاء أهل بيتي وحامتي، فأذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا».

وزاد أبو أسامة الكلبي في روايته: " قالت أم سلمة فقلت يا رسول الله ألست من أهل البيت قال إنك على خير أو إلى خير "

اس تخریج سے معلوم ہوا کہ اس طریق کو تین ثقہ حفاظ نے علی بن ثابت الدہان سے نقل کیا ہے۔ اور علی بن ثابت نے اسے اسباط بن نصر عن السدی عن بلال بن مرداس

کے طریق سے نقل کیا ہے۔ بلال بن مرداس تک اس کی سند کم از کم حسن ہے ان شاء اللہ۔

اس سند کے رجال کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

## علی بن ثابت الدہان

ان سے ثقات کی ایک جماعت نے روایت کی ہے۔ اور ان کی حدیث کے اعتبار سے ان پر کوئی جرح منقول نہیں ہے۔ اس کے برعکس توثیق کے ایک سے زائد اقوال مروی ہیں۔

1) امام ابن حبان رحمہ اللہ نے انہیں اپنی کتاب الثقات (5/326) میں ذکر کیا ہے۔

2) امام ابو عوانہ نے ان سے اپنی المستخرج (894) میں روایت لی ہے۔

3) امام ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا: " شيخ محدث معاصر لعفان. صدوق، لكنه شيعي معروف. وقيل: كان ممن يسكن في تشيعه ولا يغلو "ترجمہ: "وہ شیخ محدث اور عفان کے ہم عصر ہیں۔ وہ صدوق (یعنی حسن الحدیث) ہیں لیکن معروف شیعی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے تشیع پر قائم تھے لیکن غلو نہیں کرتے تھے" (میزان الاعتدال: 3/116)۔

4) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا:" صدوق "وہ صدوق(یعنی حسن الحدیث) تھے(تقریب:4697)۔

## اسباط بن نصر الہمدانی

ان سے ثقات کی ایک جماعت نے روایت کی ہے۔ امام بخاری نے ان سے اپنی صحیح میں تعلیقا اور امام مسلم نے ان سے اپنی صحیح میں روایت لی ہے۔ ان پر جرح اور تعدیل دونوں منقول ہیں، البتہ راجح قول کے مطابق ان کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ صدوق ہیں اور غلطیاں کرتے ہیں، چنانچہ ان کی حدیث پر حکم قرائن کی بنا پر لگایا جائے گا۔

1) امام یحیی بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا:" ثقة "(موسوعہ اقوال یحیی بن معین: 164)۔

**نوٹ:** امام یحیی بن معین کا انہیں "لیس بشيءٍ " کہنا ثابت نہیں ہے۔ تہذیب الکمال کے محقق شیخ بشار عواد نے اسے حافظ ابن حجر کا وہم قرار دیا ہے۔ اس کے بر عکس ابن معین کے چار کبار تلامذہ نے ان سے صرف توثیق نقل کی ہے۔

2) امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی التاریخ الاوسط میں فرمایا:"صدوق "(اکمال تہذیب الکمال:2/64)۔

3) امام موسی بن ہارون رحمہ اللہ نے فرمایا:"لم يكن به بأس"(تہذیب التہذیب:1/212)۔

4) امام ابن حبان رحمہ اللہ نے انہیں اپنی کتاب الثقات(3/225)میں ذکر کیا ہے۔

5) امام ابوزرعہ الرازی رحمہ اللہ نے فرمایا:"أما حديثه، فيعرف وينكر. وأما في نفسه، فلا بأس به"جہاں تک اس کی حدیث کا تعلق ہے تو وہ کبھی معروف روایت بیان کرتا ہے اور کبھی منکر، اور اپنے آپ میں ان میں کوئی حرج نہیں(الضعفاء لابی زرعہ:2/464)۔

**نوٹ:** اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ ان کی احادیث پر کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے ان کی تفتیش کی جائے اور انہیں ثقات کی روایات کے مقابلے میں پرکھا جائے، پھر اگر وہ علت و نکارت سے پاک ہو تو قبول ہو گی ورنہ نہیں۔ اور ان کی یہ روایت ثقات کی روایات کے عین موافق ہے لہذا مقبول ہے۔

6) امام احمد سے ان کی حدیث کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کوئی بھی حکم لگانے سے توقف کیا(تہذیب الکمال:2/358)۔

7) امام ابونعیم الفضل بن دکین رحمہ اللہ سے ان کے متعلق دو متضاد اقوال مروی ہیں۔ ایک میں آپ نے فرمایا:"أحاديثه عامته سقط مقلوب الأسانيد"

یعنی ان کی عام احادیث ساقط اور مقلوب الاسناد ہیں۔ جبکہ دوسرے قول میں آپ نے فرمایا:"لم يكن به بأس، غير أنه كان أهوج"یعنی ان میں کوئی حرج والی بات نہیں سوائے یہ کہ وہ لاپرواہ تھے (تہذیب الکمال:2/358)۔

8) امام نسائی رحمہ اللہ نے فرمایا:"ليس بالقوي "یعنی وہ بہت زیادہ قوی نہیں تھے (تہذیب الکمال:2/359)۔

9) امام مسلم، امام ابن حبان، امام ابو عوانہ، اور امام حاکم نے ان سے اپنی اپنی صحیح میں روایات لی ہیں۔

10) امام ابن شاہین اور امام ابن خلفون انے انہیں اپنی اپنی کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔

11) ابو العرب القیروانی اور امام ساجی نے انہیں اپنی کتاب الضعفاء میں ذکر کیا اور امام ساجی نے ان کی سماک بن حرب سے روایات پر کلام کرتے ہوئے فرمایا: "روى أحاديث لا يتابع عليها عن سماك بن حرب"یعنی انہوں نے سماک بن حرب سے چند ایسی احادیث روایت کی ہیں جن کی متابعت نہیں کی گئی (اکمال تہذیب الکمال:2/64)۔

12) امام ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا:"صدوق "(دیوان الضعفاء:306)۔

اسی طرح امام ذہبی رحمہ اللہ نے انہیں اپنے رسالے "من تكلم فيه وهو موثق "(27) میں ذکر کر کے ان کی توثیق کو راجح قرار دیا ہے۔

13) امام ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: "صدوق كثير الخطأ يغرب" (تقریب: 321)۔

اور دیگر مقامات پر ابن حجر نے ان کی روایات کی تحسین کی ہے۔ چنانچہ ان کی ایک روایت کے تحت آپ نے فرمایا: "رجاله موثوقون "(موافقۃ الخبر لابن حجر: 2/286)۔

اسباط کی ایک دوسری روایت کے تحت فرمایا: "هذا إسناد حسن "(المطالب العالیہ: 2/364)۔

اور ایک دوسری جگہ فرمایا: "إسناد حسن "(الماعون: 232)۔

## اسماعیل بن عبد الرحمن السدی

ان کا شمار مشہور تابعین میں ہوتا ہے اور ان سے ثقہ حفاظ کی ایک جماعت نے روایت بیان کی ہے جن میں شعبہ، سفیان، زائدہ اور ابو عوانہ جیسے کبار ائمہ شامل ہیں۔ اور یہ تفسیر کے امام ہیں۔ سدی صدوق حسن الحدیث ہیں۔ ان پر تشیع کا الزام بھی بے بنیاد اور غیر ثابت ہے۔ ان سے امام مسلم نے اپنی صحیح میں بھی روایت لی ہے۔

ان کے متعلق ائمہ کے اقوال درج ذیل ہیں:

## موثقین:

1) امام اسماعیل بن ابی خالد رحمہ اللہ نے فرمایا:" السُّدِّيّ أعلم بالقرآن من الشَّعبِيّ "ترجمہ: سدی قرآن کے شعبی سے بھی بڑے عالم تھے (التاریخ الکبیر للبخاری: 1 / 361)۔

2) امام شریک بن عبد اللہ القاضی رحمہ اللہ نے فرمایا:" ما ندمت على رجل لقيته أن لا أكون كتبت كل شيء لفظ به إلا السدي "ترجمہ: میں نے کسی شخص سے ملاقات نہیں کی جس کے ہر لفظ کو نہ لکھنے پر میں نے ندامت کی ہو سوائے السدی کے (الجرح والتعدیل: 2/ 185)۔

3) امام یحیی بن سعید القطان رحمہ اللہ نے فرمایا:" لا بأس به، ما سمعت أحدا يذكر السدي، إلا بخير وما تركه أحد "ترجمہ:" ان میں کوئی حرج نہیں۔ میں نے کسی کو سدی کا ذکر سوائے خیر کے کرتے نہیں سنا، اور انہیں کسی نے بھی ترک نہیں کیا ہے" (التاریخ الکبیر: 1 / 361، والجرح والتعدیل: 2/ 184)۔

4) امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:" قال يحيى بن معين: عند عبد الرحمن بن مهدي: السدي، وإبراهيم بن مهاجر، ضعيفان، فغضب ابن مهدي غضبًا شديدًا، وقال: سبحان الله، أيش ذا، وأنكر ما قال يحيى"ترجمہ:"امام یحیی بن معین نے امام عبد الرحمن بن مہدی کے سامنے کہا کہ سدی اور ابراہیم بن مہاجر دونوں ضعیف ہیں، تو امام ابن مہدی شدید غصہ ہو گئے اور کہا: سبحان اللہ یہ کیا ہے۔ اور انہوں نے یحیی کے قول کا انکار کیا"(العلل لعبد اللہ بن احمد: 3581)۔

اس کے برعکس امام ابن عدی نقل کرتے ہیں:" كَتَبَ إِلَيَّ مُحَمد بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ بَحْرٍ الْبُرِّيُّ، حَدَّثَنا عَمْرو بن علي قال: وسمعتُ رجلا من أهل بغداد من أهل الحديث ذكر السدي، يعني لعبد الرحمن بن مهدي فقال: ضعيف"یعنی عمرو بن علی الفلاس نے فرمایا کہ میں نے اہل بغداد کے ایک اہل حدیث شخص کو ابن مہدی کے سامنے سدی کا ذکر کرتے سنا تو انہوں نے فرمایا: وہ ضعیف ہے(الکامل: 447/1)۔

لیکن یہ روایت منکر ہے۔ امام ابن عدی کا شیخ مجہول الحال ہے۔ اور اس نے اس قول کی روایت میں غلطی کی ہے۔ اس قول کو امام عقیلی نے الضعفاء الکبیر میں صحیح نسبت کے ساتھ عمرو الفلاس سے روایت کیا ہے۔ امام عقیلی نے فرمایا:

" حدثنا محمد بن عيسى قال: حدثنا عمرو بن علي قال: سمعت يحيى بن معين وذكر إبراهيم بن المهاجر , والسدي , فقال: كانا ضعيفين مهينين "(۱/۸۷)

عمرو بن علی نے فرمایا: میں نے یحیی بن معین کو ابراہیم المہاجر اور السدی کا ذکر کرتے سنا تو انہوں نے فرمایا: دونوں ضعیف بے وقعت ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ابن عدی کی روایت میں عمرو بن علی نے اہل بغداد کے جس اہل حدیث کو سنا وہ امام یحیی بن معین ہیں۔ اور اس سے پچھلی روایت میں ہم دیکھ چکے کہ امام یحیی بن معین ہی نے ان کا ذکر ابن مہدی سے کیا، اور ابن معین ہی نے انہیں ضعیف کہا نا کہ ابن مہدی نے۔ بلکہ ابن مہدی نے تو اس پر غصے کا اظہار کیا تھا۔

البتہ ابن عدی کی روایت اور عقیلی کی روایت میں یہ تطبیق بھی دی جا سکتی ہے کہ ابن عدی کی روایت میں اہل بغداد کے جس شخص نے سدی کا ذکر ابن مہدی سے کیا اسی نے انہیں ضعیف کہا، یعنی ابن معین نے، لہذا وہاں پر "فقال" کی

نسبت ابن معین کی طرف ہو گی۔ اور امام احمد کی مذکورہ روایت کی روشنی میں بھی یہی بات واضح ہے۔

اس کے بر عکس امام حاکم نے امام ابن مہدی کو سدی کے موثقین میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ امام حاکم نے انہیں کتاب المدخل میں ذکر کیا اور فرمایا:" وتعديل عبد الرحمن بن مهدي أقوى عند مسلم – يعني ممن يجرحه بجرح غير مفسر "عبد الرحمن بن مہدی کی تعدیل امام مسلم کے نزدیک سدی پر غیر مفسر جرح کرنے والوں سے زیادہ قوی ہے (اکمال تہذیب الکمال: 188/2)۔

نیز، امام بیہقی نے بھی امام ابن مہدی رحمہ اللہ کو سدی کے موثقین میں شمار کیا۔ آپ نے فرمایا:" والراوي عنه إسماعيل بن عبد الرحمن السدي، وكان يحيى بن معين يستضعفه ولم يحتج به البخاري، وكان ابن سعيد وابن مهدي لا يريان به بأسا والله أعلم"(مختصر خلافیات البیہقی: 1/ 475)۔

5) امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ نے ان سے روایات لی ہیں اور وہ اپنے نزدیک صرف ثقہ سے روایت لیتے ہیں۔

امام عبد الحق الاشبیلی رحمہ اللہ نے شعبہ کو سدی کے موثقین میں شمار کرتے ہوئے فرمایا:" وَالسُّديّ إِسْمَاعِيل بن عبد الرَّحْمَن سمع من أنس بن مَالك، وَرَأى الْحُسَيْن بن عَليّ وَثَّقَهُ شُعْبَة وسُفْيَان الثَّوْريّ وَيحيى بن سعيد الْقطَّان "(الاحکام الکبری:4/383)۔

6) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:" ليس به بأس، هو عندي ثقة" (سؤالات المروزی:63)۔

7) امام ابن عدی رحمہ اللہ نے فرمایا:" هو عندي مستقيم الحديث صدوق لا بأس به"(الکامل:1/449)۔

8) امام عجلی رحمہ اللہ نے فرمایا:" ثقة روى عنه سفيان، وشعبة، وزائدة. عالم بتفسير القرآن، راوية له"(الثقات:94)

9) امام نسائی رحمہ اللہ نے فرمایا:" ليس به بأس"(تہذیب الکمال:3/137)۔

10) امام ابن حبان رحمہ اللہ نے انہیں اپنی کتاب الثقات(2/14)میں ذکر کیا ہے۔

11) امام سمعانی رحمہ اللہ نے فرمایا:" ثقة مأمون"(الانساب للسمعانی: 7/109)۔

12) امام ساجی رحمہ اللہ نے فرمایا:" صدوق وفيه نظر "(اکمال تہذیب الکمال:2/189)۔

13) علامہ یاقوت الحموی(م626ھ)نے فرمایا:" كان ثقة مأمونا"(معجم الادباء:2/724)

14) امام ذہبی رحمہ اللہ نے سدی کے بارے میں فرمایا:" الإمام المفسر " (سیر اعلام النبلاء:5/264)

اور الکاشف میں آپ نے فرمایا:" حسن الحديث"(391)۔

اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے انہیں اپنے رسالے"من تكلم فيه وهو موثق" (36)میں ذکر کیا ہے۔

15) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا:" صدوق يهم ورمي بالتشيع" (تقریب:463)۔

**نوٹ:** سدی پر تشیع کا الزام غلط و غیر ثابت ہے، جیسا کہ آگے وضاحت آئے گی ان شاء اللہ۔

اس کے علاوہ سدی سے مروی ایک سند کے تحت ابن حجر نے فرمایا:" إسناد حسن "(الماعون:232)۔

## جارحین:

1) امام شعبی رحمہ اللہ سے کہا گیا:" إن إسماعيل السدي قد أُعْطِيَ حظا من علم القرآن "ترجمہ:"اسماعیل السدی کو علم القرآن کا ایک حصہ عطا کیا گیا ہے"

تو شعبی نے فرمایا:" إِن إسماعيل قد أعطي حظا من الجهل بالقرآن" ترجمہ:"اسماعیل کو قرآن سے جہالت کا ایک حصہ عطا کیا گیا ہے"(الکامل: 446/1)۔

**جواب:**

اولا: اس قول کا تعلق حدیث سے نہیں ہے۔ اور نہ ہی یہ تضعیف مانی جاتی ہے۔

ثانیا: اس جرح کا تعلق دو معاصر ائمہ کی آپس کی ٹکرار و اختلاف سے ہے اور غیر مقبول ہے۔

ثالثا: اس کے رد کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ امام بخاری نے السدی کے ترجمہ میں شعبی کے قول کو کوئی توجہ نہ دیتے ہوئے ایک دوسرے تابعی امام اسماعیل بن ابی خالد کا قول نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا: سدی شعبی سے بڑے عالم قرآن ہیں۔

رابعا: امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس قول کا اپنے انداز میں جواب دیتے ہوئے فرمایا: " ما أحد إلا وما جهل من علم القرآن أكثر مما علم"ترجمہ:"دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں جس کا قرآن سے جہل اس کے قرآن کے علم سے زیادہ نہ ہو"(سیر اعلام النبلاء: 5/265)۔

2) امام ابو جعفر العقیلی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں:" محمد بن عيسى , قال: حدثنا عمر بن شبة قال: حدثنا أبو بكر بن خلاد قال: سمعت المعتمر بن سليمان يقول: إن بالكوفة كذابين: الكلبي , والسدي "ترجمہ:"معتمر بن سلیمان نے فرمایا: کوفہ میں دو کذاب ہیں، کلبی اور سدی"(الضعفاء الکبیر: 1/87)۔

**نوٹ:** اس قول کی نسبت میں ہلکا سا اضطراب ہے۔

امام عقیلی نے اسے معتمر بن سلیمان کے قول کے طور پر روایت کیا ہے۔ جبکہ ابن ابی حاتم نے اسی طریق سے اسے معتمر بن سلیمان کے والد سلیمان بن طرخان کے قول سے اس طرح روایت کیا ہے:" نا عبد الرحمن، نا عمر بن شبة النميري البصري بسامراء، حدثني أبو بكر بن خلاد، نا معتمر، عن أبيه، قال: كان بالكوفة كذابان أحدهما الكلبي" (الجرح والتعدیل: 7/270)۔

جبکہ ابن حبان نے اپنی سند سے اور خود عقیلی نے دوسری جگہ محمد بن السائب الکلبی کے ترجمہ میں اسے عن معتمر بن سلیمان عن لیث بن ابی سلیم کے طریق سے روایت کیا ہے، لیکن اس کی سند کا راوی عمرو بن الحصین متروک ہے۔ اس لیے اس روایت کو اس اضطراب کا حصہ بنانا مشکل ہے، اگرچہ مزی وغیرہ نے اس کو ذکر کیا ہے۔

مزید یہ کہ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں جوزجانی کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ معتمر نے اسے لیث بن ابی سلیم سے روایت کیا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:" وقال الجوزجانی : حدثت عن معتمر عن لیث . یعنی ابن أبی سلیم"(1/314)۔

البتہ جوزجانی کی اپنی کتاب میں یہ روایت اس طرح ہے:" حدثت عن المعتمر بن سليمان عن أبيه قال كان بالكوفة كذابان فمات أحدهما السدي والكلبي"(احوال الرجال:ص67)

ظاہر یہی ہوتا ہے کہ یہ بھی ابن حجر کی غلطی ہے۔

چنانچہ یہ اضطراب صرف اس حد تک ہے کہ اس قول کی نسبت یا تو معتمر بن سلیمان کی طرف ہے یا ان کے والد سلیمان التیمی کی طرف۔ اور وہ دونوں ہی ثقہ ہیں۔

اس جرح کے دو جواب ہیں:

**اول:** یہاں پر سدی سے مراد اسماعیل السدی نہیں بلکہ محمد بن مروان الکلبی السدی ہیں۔ دونوں کا لقب سدی ہونے کی وجہ سے معتمر یا ان کے والد کی جرح کو ایک ایسے ثقہ راوی کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے جس پر سرے سے کسی کی کوئی ایسی شدید جرح منقول ہی نہیں۔

- اس کے بر عکس محمد بن مروان السدی جسے السدی الصغیر کہا جاتا ہے، اس پر ایک سے زائد ائمہ نے کذاب ہونے کی جرح کر رکھی ہے۔ جبکہ اسماعیل السدی جنہیں السدی الکبیر کہا جاتا ہے، ان کی عدالت پر کسی بھی امام نے اعتراض نہیں کیا ہے۔

یہاں تک کہ یحیٰی القطان جیسے متشدد ناقد نے بھی کہا ہے کہ اسماعیل السدی کے بارے میں میں نے سوائے خیر کے کسی سے کچھ نہیں سنا اور نہ ہی کسی نے انہیں ترک کیا ہے۔

اگر اس طرح کی شدید جرح کا علم امام قطان یا کسی بھی ناقد امام کو ہوتا تو وہ کیونکر اسے ذکر نہ کرتے؟

- اس کے بر عکس امام مزی رحمہ اللہ نے صراحت کے ساتھ اس بات کی وضاحت کی ہے کہ اس قول میں سدی سے مراد محمد بن مروان ہے۔ چنانچہ

محمد بن السائب الکلبی کے ترجمہ میں اس قول کے ایک طریق کو نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" عن معتمر بن سليمان، عن ليث ابن أبي سليم: بالكوفة كذابان: الكلبي والسدي، يعني محمد بن مروان"(تہذیب الکمال:25/248)۔

- اس بات کی مزید تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ الکلبی یعنی محمد بن السائب، السدی یعنی محمد بن مروان کے ساتھیوں میں سے ہے۔ نیز ان دونوں کے نام اکثر ایک ساتھ لئے جاتے ہیں، کیونکہ محمد بن مروان نے محمد الکلبی کی تفسیر کی روایت کی ہے اور اسے "صاحب الکلبی" بھی کہا جاتا ہے۔ چنانچہ جب دونوں کے نام کسی عبارت میں ایک ساتھ لئے جائیں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس سے مراد شیخ اور تلمیذ کا جوڑا ہی ہے۔

لہٰذا امام اسماعیل السدی جو ثقہ تابعی ہیں انہیں اس قول کا مصداق بتانا سرار غلط فہمی ہے۔

**دوم:** اگر اس جرح کو امام اسماعیل السدی کی طرف بھی منسوب کیا جائے تو بھی اس کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ اس کی چند وجوہ درج ذیل ہیں:

- اگر کسی صدوق راوی جس کی عدالت متفق علیہ ہو پر یہ الفاظ منقول ہوں تو اس کی حیثیت غیر مفسر جرح کی ہوتی ہے، اور اکثر اس سے مراد محض غلطی یا ذاتی اختلاف ہوتا ہے۔ کتنے ہی ائمہ ایسے ہیں جن کو ان کے معاصرین کی طرف سے کذاب کہا گیا لیکن ان کی اس جرح پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی۔
- ائمہ متقدمین و ناقدین محدثین میں سے کسی نے بھی اس جرح کی طرف کوئی توجہ نہیں دی ہے۔
- اس کے برعکس تمام ائمہ و محدثین کا اسماعیل السدی کی عدالت پر اتفاق ہے۔ یہاں تک کہ ان پر جرح کرنے والوں نے بھی صرف ان کی حدیث پر کلام کیا ہے لیکن ان کی عدالت پر کوئی انگلی نہیں اٹھائی ہے۔
- معتمر بن سلیمان یا ان کے والد سے بڑے اور اس فن کے چوٹی کے ائمہ نے اسماعیل السدی کی تعریف و توثیق کر رکھی ہے۔

3) ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی رحمہ اللہ نے سدی کے متعلق فرمایا: " کذاب شتام "(احوال الرجال:22)

اس جرح کا جواب درج ذیل ہے:

- جوزجانی کی اس جرح کی بنیاد معتمر بن سلیمان کا مذکورہ قول ہے، اور جیسا کہ ہم نے اوپر دیکھا کہ یہ قول کسی دوسرے سدی کے بارے میں ہے نا کہ

اسماعیل السدی۔ چنانچہ جب بنیاد ہی غلط ہے تو اس جرح کی بھی کوئی حیثیت نہیں۔

- امام جوزجانی اپنے تشدد و تعنت کی وجہ سے مشہور ہیں، اور خاص طور پر اہل کوفہ کے بارے میں وہ ہلکی سی جرح پر بھی انہیں نا قابل اعتبار قرار دے دیتے ہیں یہاں تک کہ اعمش وابو نعیم جیسے ائمہ بھی اس لپیٹ میں آ گئے۔

چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:" وممن ينبغي أن يتوقف في قبول قوله في الجرح: من كان بينه وبين من جرحه عداوة سببها الاختلاف في الاعتقاد فإن الحاذق إذا تأمل ثلب أبي إسحاق الجوزجاني لأهل الكوفة رأى العجب وذلك لشدة انحرافه في النصب وشهرة أهلها بالتشيع. فتراه لا يتوقف في جرح من ذكره منهم بلسان ذلق وعبارة طلقة حتى إنه أخذ يلين مثل الأعمش، وَأبي نعيم وعبيد الله بن موسى وأساطين الحديث وأركان الرواية فهذا إذا عارضه مثله، أو أكبر منه فوثق رجلا ضعفه: قبل التوثيق "(لسان المیزان:1/212)۔

○ جوزجانی کی اس جرح کی تائید کبار ائمہ و محدثین میں سے کسی نے نہیں کی ہے۔

4) امام یحیی بن معین رحمہ اللہ کا قول اوپر گذر چکا ہے کہ انہوں نے امام عبد الرحمن بن مہدی کے سامنے السدی کو ضعیف کہا جس پر امام ابن مہدی غصہ ہو گئے۔
ایک دوسری روایت میں امام یحیی بن معین نے سدی کے متعلق فرمایا:" في حديثه ضَعفٌ "(تاریخ ابن معین روایۃ الدوری:2074)۔
اس دوسرے قول میں مطلق تضعیف نہیں ہے بلکہ ایک خفیف جرح ہے جو حسن الحدیث ہونے کے مخالف نہیں ہے۔شاید یہ امام ابن مہدی کی ڈانٹ کا ہی نتیجہ ہے کہ امام ابن معین نے اپنی جرح خفیف کر دی۔

5) امام ابوزرعہ الرازی رحمہ اللہ نے فرمایا:" لين "(الجرح والتعدیل: 185/2)۔
یہ جرح خفیف ترین جروح میں سے ہے۔ جبکہ اس قول میں حدیث کی طرف بھی کوئی اشارہ نہیں یعنی لین الحدیث کی بجائے مطلقا لین کہا گیا ہے۔اس سے یہ جرح مزید خفیف و غیر مفسر معلوم ہوتی ہے۔

6) امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ نے فرمایا:" يكتب حديثه ولا يحتج به " (الجرح والتعدیل:185/2)۔

- امام ابو حاتم کی یہ جرح بھی خفیف ہے۔
- امام ابو حاتم متشدد نقاد میں سے ہیں۔ اور اس طرح کے الفاظ انہوں نے کئی ثقات کے متعلق کہے ہیں۔

7) حافظ ابن حجر نے علامہ مغلطائی کی دیکھا دیکھی میں سدی کے ترجمہ میں یہ قول بھی نقل کر دیا ہے:" قال الطبری : لا یحتج بحدیثہ "کہ طبری نے کہا ان کی حدیث سے حجت نہیں لی جاتی (تہذیب التہذیب:1/314)۔

حالانکہ طبری کا یہ قول محمد بن مروان السدی الصغیر کے متعلق ہے اور محدثین نے اسے اسی کے ترجمہ کے تحت ذکر کیا ہے۔

ابن حجر نے مغلطائی پر اعتماد کرتے ہوئے امام عقیلی کی طرف بھی ایک قول منسوب کیا ہے حالانکہ وہ قول امام عقیلی کا نہیں بلکہ انہوں نے ابن واقد سے نقل کیا ہے، جس کا ذکر نیچے آئے گا ان شاء اللہ۔

ائمہ نقاد کے اقوال کی اس تخریج سے معلوم ہوا کہ امام اسماعیل السدی کا رتبہ صدوق حسن الحدیث سے کم ہر گز نہیں ہے۔ السدی پر ایک الزام یہ بھی لگایا جاتا ہے کہ وہ شیعہ تھے تو آیئے اس قول کا بھی تفصیلی جائزہ لیتے ہیں۔

## امام سدی پر تشیع کا الزام

سدی پر تشیع کے الزام کا سب سے پہلا اظہار آٹھویں صدی کے پہلے حصے میں ذہبی رحمہ اللہ کے قلم سے ہوا۔ امام ذہبی نے فرمایا:" ورمى السدي بالتشيع "ترجمہ: "سدی پر تشیع کا الزام لگایا گیا ہے "(میزان الاعتدال:1 / 237)۔

اس کے بعد حافظ ابن حجر رحمہ اللہ و دیگر لوگوں نے ان کی پیروی میں اس کلام کو نقل کیا ہے۔

اس کے بر عکس متقدمین اور ائمہ نقاد میں سے کسی نے سدی پر اس الزام کا ذکر تک نہیں کیا ہے۔ البتہ امام عقیلی نے اپنی کتاب الضعفاء میں ایک روایت نقل کی ہے جو ظاہری طور پر اس بات کی تائید کرتی ہے لیکن وہ روایت اگر صحیح بھی تسلیم کر لی جائے تو بھی وہ اتنی شدید ہے کہ اس سے محض تشیع نہیں بلکہ رفض بھی ظاہر ہوتا ہے جس سے نا صرف توثیق بلکہ عدالت پر بھی حرف آتا ہے جو کہ ہر امام کے قول کے مخالف ہے۔ بلکہ اس قسم کے رفض کا اقرار تو ذہبی وابن حجر نے بھی سدی کے لئے نہیں کیا ہے۔

امام عقیلی اس روایت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" حدثنا جعفر بن محمد قال: حدثنا إبراهيم بن يعقوب قال: سمعت علي بن الحسين بن واقد يحدث عن أبيه قال: قدمت

الكوفة فأتيت السدي فسألته عن تفسير آية من كتاب الله فحدثني بها فلم أتم مجلسي حتى سمعته يشتم أبا بكر وعمر رضي الله عنهما فلم أعد إليه "

ترجمہ: "ابراہیم بن یعقوب بیان کرتے ہیں کہ میں نے علی بن الحسین بن واقد کو اپنے والد الحسین بن واقد سے روایت کرتے سنا، انہوں نے فرمایا: میں نے کوفہ میں قدم رکھا تو سدی کے پاس گیا اور ان سے قرآن کی آیت کی تفسیر کا سوال کیا، تو انہوں نے مجھے اس کا جواب دیا اور ابھی ہماری مجلس ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ میں نے انہیں ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی بُرائی کرتے ہوئے سنا، تو میں ان کی طرف واپس نہیں گیا" (الضعفاء الکبیر: 101)۔

**اولا:** یہ روایت سنداً ضعیف ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ابراہیم بن یعقوب سے مراد امام جوزجانی ہیں۔ اور ان کی اپنی کتاب میں یہ روایت اس طرح مروی ہے:

" حُدِّثْتُ عن علي بن الحسين بن واقد حدثني أبي قال قدمت الكوفة ومنيتي لقي السدي فأتيته فسألته عن تفسير سبعين آية من كتاب الله تعالى فحدثني بها فلم أقم من مجلسي حتى سمعته يشتم أبا بكر وعمر رضي الله عنهما فلم أعد إليه " (احوال الرجال: ص67)

" حُدِّثْتُ عن علي بن الحسين بن واقد "کا مطلب ہے:" مجھے علی بن الحسین بن واقد سے روایت بیان کی گئی"۔ اس صیغہ تمریض کا مطلب جیسا کہ محدثین کے ہاں معروف ہے یہ ہے کہ اس روایت کو جوزجانی نے براہ راست علی بن الحسین بن واقد سے نہیں سنا۔ بلکہ انہیں یہ روایت بیان کرنے والا شخص نامعلوم ہے۔ اسی لئے یہ روایت سنداً منقطع ہے۔

**ثانیا:** اس روایت میں اس بات کی وضاحت نہیں ہے کہ یہاں سدی سے مراد کون سا سدی ہے۔ السدی الکبیر یا السدی الصغیر؟

یہاں پر سدی سے مراد محمد بن مروان السدی کا ہونا زیادہ معقول ہے کیونکہ وہ محمد الکلبی کا ساتھی ہے جو کہ مشہور رافضی ہے۔ اور اس نے اس سے تفسیر بھی نقل کر رکھی ہے۔

**ثالثا:** اگر امام اسماعیل السدی اس طرح کا عقیدہ رکھنے والے ہوتے تو کبار ائمہ و محدثین انہیں ثقہ ہرگز نہ کہتے۔ اور نہ ہی وہ ان کے اس عقیدے سے لاعلم ہوتے۔

**رابعا:** اگر اس روایت میں سدی سے مراد اسماعیل السدی کو لیا جائے تو یہ کیسی عجیب بات ہے کہ ان سے زندگی میں صرف ایک بار ملنے والے حسین بن واقد کو ان کے رفض کا علم ہو گیا لیکن ان کے ساتھ ہمیشہ رہنے والے نہ جان سکے۔ اس کے برعکس

اسماعیل بن ابی خالد جیسے تابعی انہیں شعبی سے بڑا مفسر بتائیں، شریک القاضی جیسا اہل بدعت سے سخت رویہ رکھنے والا ان کے ہر ہر لفظ کو لکھنے کی خواہش ظاہر کرے، اور امام یحیی القطان جیسا سخت ترین ناقد یہ کہے کہ ہمیں ان کے بارے میں سوائے خیر کے کچھ نہیں معلوم، تو صرف یہی باتیں اس روایت کے بطلان کے لئے کافی و شافی ہیں۔

**رابعا:** اس روایت کے برعکس امام سدی نے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے کئی ایک مقامات پر روایات نقل کی ہیں، ان کی تفسیری آراء کو جمع کیا ہے، اور یہاں تک کہ ان کے فضائل کی روایات بھی بیان کی ہیں۔ اگر وہ ان کو گالیاں دینے والے ہوتے تو وہ ایسا ہرگز نا کرتے۔ لہٰذا اگر یہاں سدی مراد اسماعیل السدی لیا جائے تو یہ روایت متن کے اعتبار سے بھی شدید منکر و باطل ہے۔

چنانچہ خلاصتا عرض ہے کہ امام اسماعیل السدی صدوق حسن الحدیث راوی ہیں۔ تفسیر کے امام ہیں۔ اور ان پر تشیع کا الزام بے بنیاد و باطل ہے۔ واللہ اعلم۔

## بلال بن مرداس الفزاری

ان کو بلال بن ابی موسی بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔ اور یہ ایک سخی امیر تھے۔ انہوں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور شہر بن حوشب سے روایت بیان کی ہے۔ جبکہ ان سے عبد الاعلی بن عامر الثعلبی، امام ابو حنیفہ، لیث بن ابی

سلیم، اور امام سدی نے روایت نقل کی ہے۔ ان پر کسی کی کوئی جرح منقول نہیں ہے۔ اور ان کی توثیق صراحتاً ثابت نہیں البتہ قرائن و نسبی توثیقات کے اعتبار سے یہ صدوق حسن الحدیث ہونے کے زیادہ قریب معلوم ہوتے ہیں واللہ اعلم۔

حافظ ابن القطان الفاسی رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں فرمایا:" مجهول الحال " (بیان الوہم والایہام:3/547)۔

اس کے برعکس درج ذیل اقوال میں توثیق یا کم سے کم عدالت کی طرف اشارہ ہے۔

1) امام ابن حبان رحمہ اللہ نے انہیں کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے(6/92ت 6859)۔
2) امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے ان کی حدیث اپنی صحیح میں روایت کی ہے(تہذیب التہذیب:1/504)۔
3) امام حاکم رحمہ اللہ نے ان کی حدیث کے تحت فرمایا:" هذا حديث صحيح الإسناد "(المستدرک:7021)۔
4) امام ضیاء المقدسی رحمہ اللہ نے ان کی حدیث المختارہ میں روایت کی ہے(1580، 1581)۔

5) حافظ ابن رسلان الشافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:" كان أحد الأشراف "(شرح سنن ابی داود لابن رسلان:14/612)۔

6) امام ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا:" وكان أميرا جوادا "وہ ایک سخی امیر تھے (الکاشف:660)۔

ان کی سخاوت کی ایک مثال یہ ہے کہ ایک دفعہ عکرمہ بن عمار بلال بن مرداس کے پاس مدائن میں آئے، تو بلال نے انہیں تین ہزار درہم عطا کیے (تہذیب الکمال:20/270)۔

اسی طرح شہر بن حوشب نے بلال کی طرف وفد کیا تو انہوں نے انہیں چار ہزار درہم عطا کیے، جو کہ انہوں نے قبول کر لئے (تاریخ الاسلام:2/1114)۔

7) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا:" مقبول "(تقریب:783)۔

جبکہ ایک دوسری جگہ انہوں نے فرمایا:" بلال وهو بن مرداس الفزاري شيخ كوفي أخرج له أبو داود وهو صدوق لا بأس به "(فتح الباری:11/263)۔

اس آخری قول میں ابن حجر رحمہ اللہ نے بلال بن مرداس کی صراحتا توثیق کی ہے۔ بہر حال، اگر انہیں مقبول بھی کہا جائے تو بھی اس طریق کی صحت میں کوئی حرج نہیں آئے گا۔ وہ اس لئے کہ ابن حجر کے نزدیک مقبول راوی کی روایت صرف اس وقت

تک مردود ہوگی جب تک اس کی متابعت نہ مل جائے۔ اور جب اس کی متابعت مل جائے تو وہ اپنے آپ میں ہی اتنا قوی ہوگا کہ اس کی روایت کو قبول کیا جائے۔ جہاں تک بلال کی اس روایت کا تعلق ہے تو اس میں ان کی ایک یا دو نہیں بلکہ کئی متابعات موجود ہیں۔ لہٰذا ان کی یہ روایت صحیح ہوگی۔

## 6- طریق اسماعیل بن نشیط عن شہر بن حوشب

أخرجه ابن أبي خيثمة في "السفر الثاني من تاريخ ابن أبي خيثمة" (٢٩٧٩) قال حدثنا الفضل بن دكين (أبو نعيم، ثقة ثبت)، قال: حدثنا إسماعيل بن نشيط العامري، قال: سمعت شهر بن حوشب قال: جئت أم سلمة أعزيها بحسين، فحدثتنا أم سلمة.

وأخرجه الطبراني في الكبير (٣٩٦/٢٣ ح ٩٤٧) قال حدثنا علان بن عبد الصمد (ثقة)، حدثنا القاسم بن دينار (هو القاسم بن زكريا بن دينار، ثقة)، ثنا عبيد الله بن موسى (ثقة ، كان يتشيع)، ثنا إسماعيل بن نشيط، قال: سمعت شهر بن حوشب، قال: أتيت أم سلمة أعزيها على الحسين، فقالت لي فيما حدثتني:

إن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان في بيتي يوما، وإن فاطمة جاءته بسخية، فقال: «انطلقي فجيئي بزوجك أو ابن عمك وابنيك» ، فانطلقت فجاءت بعلي وحسن وحسين، فأكلوا من ذلك الطعام، ورسول الله صلى الله عليه وسلم على منامة لنا، وتحته كساء خيبري فأخذ الكساء فجللهم إياه، ثم رفع يديه إلى السماء ثم قال: «اللهم هؤلاء عترتي وأهلي فأذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا» ، فقالت أم سلمة: يا رسول الله وأنا من أهل بيتك؟، فقال: «وأنت إلى خير»

اس تخریج سے معلوم ہوا کہ اس طریق کو امام ابو نعیم اور عبید اللہ بن موسی دونوں نے اسماعیل بن نشیط سے روایت کیا ہے۔ اور اسماعیل بن نشیط نے اسے شہر بن حوشب سے روایت کیا ہے۔ چنانچہ اسماعیل بن نشیط کا طریق صحیح سند سے ثابت ہوا۔ االبتہ سماعیل بن نشیط کی خود کی توثیق پر محدثین کا اختلاف ہے۔ اور راجح قول کے مطابق یہ صدوق ہیں۔

## اسماعیل بن نشیط العامری کا تعارف

اسماعیل بن نشیط نام کے دو راوی ہیں۔ ایک اسماعیل بن نشیط ابو علی الغافقی المصری اور دوسرا، اسماعیل بن نشیط العامری۔ بعض محدثین نے ان دونوں کو ایک سمجھا ہے اور اسی بنیاد پر حکم لگایا ہے۔ جبکہ یہ دو الگ الگ شخصیات ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ان دونوں کے الگ الگ تراجم ذکر کیے ہیں۔

اور اسماعیل بن نشیط الغافقی المصری کے ترجمے کے تحت امام بخاری نے فرمایا:

" إِسْمَاعِيل بْن نَشِيط، المِصريّ. سَمِعَ ابْن مُنَبِّه، رَوى عَنْهُ عيسى، أَبو أَحْمَد "کہ اس اسماعیل نے ابن منبہ سے سنا ہے اور اس سے روایت کرنے والے ابو احمد عیسی ہیں (التاریخ الکبیر: 1 / 375)۔

جبکہ اسماعیل بن نشیط العامری کے ترجمہ میں امام بخاری نے فرمایا:

" إِسْمَاعِيل بْن نَشِيط، العامريُّ. سَمِعَ شَهر بْن حَوشَب، وجميلا، سَمِعَ منه: أَبو نُعَيم، ويُونس بْن بُكَير "یعنی اس اسماعیل نے شہر بن حوشب اور جمیل بن عامر سے حدیث سنی، جبکہ ان سے ابو نعیم اور یونس بن بکیر نے سنا ہے (التاریخ الکبیر: 1 / 375)۔

البتہ امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ نے ان دونوں کو ایک سمجھا ہے، اور امام ابو زرعہ الرازی رحمہ اللہ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ان دونوں کو الگ سمجھتے ہیں۔ چنانچہ امام ابن ابی حاتم نقل کرتے ہیں:

" إسماعيل بن نشيط العامري. روى عن: شهر بن حوشب، وجميل بن عمارة، روى عنه: يونس بن بكير ، وعبيد الله بن موسى، وأبو نعيم يعد في الكوفيين. سمعت أبي، وأبا زرعة يقولان ذلك. زاد أبي، وروى عن: وهب بن منبه، روى عنه: عيسى بن موسى أبو أحمد البخاري "

ترجمہ: "اسماعیل بن نشیط شہر بن حوشب اور جمیل بن عمارہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور ان سے یونس بن بکیر، عبید اللہ بن موسی، اور ابو نعیم روایت کرتے ہیں، ان کا شمار کوفہ کے لوگوں میں ہوتا ہے۔ یہ قول میں نے اپنے والد (امام ابو حاتم) اور امام ابو زرعہ سے سنا ہے۔ میرے والد (امام ابو حاتم) نے اس پر اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ اسماعیل نے وہب بن منبہ سے بھی روایت کی ہے، اور ان سے عیسی بن موسی ابو احمد البخاری نے بھی روایت کی ہے" (الجرح والتعدیل: 2/202)۔

اس قول سے معلوم ہوا کہ:

- امام ابو زرعہ اور امام ابو حاتم رحمہا اللہ نے اسماعیل بن نشیط العامری کے شیوخ میں شہر بن حوشب اور جمیل کو ذکر کرنے میں اتفاق کیا۔ لیکن امام ابو زرعہ نے اپنی بات کو یہیں تک محدود رکھا جو کہ امام بخاری کے کلام کی نظر میں درست بھی ہے، کیونکہ اسماعیل العامری کے شیوخ و تلامذہ میں انہیں لوگوں کا ذکر ہے۔
- البتہ امام ابو حاتم نے اس کے آگے مزید اضافہ کرتے ہوئے اسماعیل المصری کے شیوخ کو بھی اسماعیل العامری کے شیوخ میں شامل کر دیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان دونوں کو ایک تسلیم کرتے تھے۔
- اس کلام میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ اس اسماعیل کا شمار اہل کوفہ کے لوگوں میں ہوتا ہے، جبکہ اسماعیل الغافقی کو امام بخاری وغیرہ نے مصری کہا ہے۔ یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ دونوں الگ شخصیات ہیں۔
- چنانچہ امام ابو حاتم کا ان دونوں کو ایک سمجھنا امام ابو زرعہ اور امام بخاری کے اقوال کی روشنی میں غلط ہے۔

ان دونوں یعنی اسماعیل المصری الغافقی اور اسماعیل العامری کے درمیان مصر کے امام اور محدث امام ابن یونس المصری رحمہ اللہ نے بھی فرق کیا ہے۔ چنانچہ ابن حجر رحمہ اللہ ان کی تاریخ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" وذكره ابن يونس في المصريين فقال: مولى غافق، حدَّث عن عامر بن عبد الله اليحصبي، حدَّث عنه عبد الرحمن بن شريح والليث بن سعد ويحيى بن أيوب "

ترجمہ: "اور ابن یونس نے انہیں مصریوں میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے: وہ غافق کے مولی تھے اور انہوں نے عامر بن عبد اللہ الیحصبی سے روایت کی ہے جبکہ ان سے عبد الرحمن بن شریح، لیث بن سعد اور یحیی بن ایوب سے روایت بیان کی ہے "(لسان المیزان:2/179)۔

الغرض امام ابن یونس المصری کے قول سے ثابت ہوا کہ:

- اسماعیل الغافقی کا شمار اہل مصر میں ہوتا ہے جس سے امام بخاری کے قول کی بھی تائید ہوتی ہے، جبکہ اسماعیل العامری کو ابوزرعہ وابو حاتم نے کوفی کہا ہے۔
- امام ابن یونس نے اسماعیل المصری کے شیوخ و تلامذہ میں اہل مصر کو ذکر کیا ہے اور انہوں نے ان میں اسماعیل العامری کے کوفی شیوخ و تلامذہ کو شامل نہیں کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا کہ وہ بھی ان میں تفریق کے قائل ہیں۔

مزید یہ کہ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے بھی ان دونوں کے الگ تراجم ذکر کیے ہیں، البتہ ابن حبان نے آخر میں ان دونوں کے ایک ہونے کے اپنے شک کا اظہار بھی کیا ہے۔

لیکن مذکورہ ائمہ کے اقوال کی روشنی میں ان کا ان دونوں کو الگ الگ سمجھنا ہی درست ہے (دیکھیں الثقات لابن حبان: 3 / 201)۔

اسی طرح حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی ان دونوں کو الگ الگ قرار دیا ہے، چنانچہ وہ العامری کے ترجمہ میں وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" ولهم شيخ آخر ذكره ابنُ حِبَّان في الثقات وقال: الغافقي المصري "

ترجمہ: "ان کا ایک اور شیخ ہے جسے ابن حبان نے الثقات میں ذکر کیا اور کہا الغافقی المصری "(لسان المیزان: 2 / 179)۔

البتہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے امام ابو حاتم کی پیروی میں ان کو ایک ہی سمجھا ہے۔ اسی لئے ابن حجر نے ان کے قول کے تحت اپنی یہ وضاحت پیش کی ہے۔

اس وضاحت کی روشنی میں ہم اسماعیل العامری کے بارے میں محدثین کے اقوال کا جائزہ لیتے ہیں:

1) امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ نے فرمایا: " إسماعيل بن نشيط ليس بالقوي شيخ مجهول "(الجرح والتعدیل: 2 / 202)۔

2) امام نسائی رحمہ اللہ نے فرمایا:" إسماعيل بن نشيط ليس بالقوي " (الضعفاء والمتروکین:40)۔

3) ابوالفتح الازدی نے کہا:" ضعيف "(الضعفاء والمتروکین لابن الجوزی:422)

ان ائمہ میں سے امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ کے بارے میں تو واضح ہو چکا ہے کہ وہ ان دونوں رواۃ کو ایک شخصیت سمجھتے تھے۔ اسی لئے ان کی اس جرح کی بنیاد قوی نہیں ہے۔

اور امام نسائی اور ازدی کے اقوال میں ابہام ہے۔ ان میں اس بات کی وضاحت نہیں کہ انہوں نے کس اسماعیل بن نشیط پر جرح کی ہے۔ اور یہ کہ وہ ان دونوں کو ایک ہی سمجھتے تھے یا نہیں؟ یا پھر انہوں نے امام ابو حاتم کی جرح پر ہی اعتماد کیا ہے؟ جبکہ الازدی تو خود ضعیف ہیں۔

4) امام بخاری رحمہ اللہ نے اسماعیل العامری کے ترجمہ میں ان کی روایت ذکر کر کے فرمایا:" في إسناده نظر "(التاریخ الکبیر:1/375)۔

البتہ یہ امام بخاری کی طرف سے راوی پر جرح نہیں ہے۔ بلکہ اس قول سے ان کی مراد صرف یہ ہے کہ اس روایت کی اسناد غیر ثابت ہے جس کی وجہ سے اس راوی پر کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ چنانچہ علامہ محدث مأربی اپنی کتاب "اتحاف

النبيل باسئلة واجوبة الفاظ الجرح والتعديل(1/389)"میں فرماتے ہیں:

" هل هناك فرق بين قول البخاري في ترجمة أحد الرواة: «فيه نظر» وبين قوله: «في إسناده نظر»؟ "

ترجمہ: "کیا بخاری کے کسی راوی کے ترجمہ میں "فیہ نظر" کہنے اور "فی اسنادہ نظر" کہنے میں کوئی فرق ہے؟"

فرمایا:" نعم، هناك فرق كبير ، فالقول الأول يُطلقه غالباً في المتهمين والمتروكين، وأمّا القول الثاني، فيطلقه ولا يقصد به تضعيف المترجم له، بل قد يضعف السند إليه، فيكون الجرح فيمن دونه لا فيه نفسه "

ترجمہ: "ہاں ان میں بہت بڑا فرق ہے۔پہلے قول کا انطباق متہم ومتروک راویوں پر ہوتا ہے، جبکہ دوسرے قول کا اطلاق اس ترجمہ میں ذکر ہوئے راوی کی تضعیف کے مقصد سے نہیں ہوتا بلکہ اس تک جو اسناد ہے اس کی تضعیف کے لئے ہوتا ہے، چنانچہ یہ جرح اس کے علاوہ اسناد کے کسی راوی پر ہوتی ہے نہ اس کہ خود اس راوی پر۔"

اس کے برعکس اسماعیل بن نشیط العامری کی تعدیل میں درج ذیل اقوال مروی ہیں:

5) امام ابن حبان رحمہ اللہ نے انہیں اپنی کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے (201/3)۔

6) اور امام ابوزرعہ الرازی رحمہ اللہ نے فرمایا:" هو صدوق. حدثنا عنه أبو نعيم "(الجرح والتعدیل:2/202)۔

7) امام ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا:" إسماعيل محله الصدق "(رسالة طرق حديث من كنت مولاه فعلي مولاه: ص93)۔

اس تحقیق کی روشنی میں اسماعیل بن نشیط العامری کے بارے میں راجح قول یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ صدوق ہیں جیسا کہ امام ابوزرعہ نے فرمایا ہے۔ واللہ اعلم۔

چنانچہ اس طریق کی یہ سند حسن لذاتہ ہے۔

## 7- طریق علی بن زید بن جدعان عن شہر بن حوشب

أخرجه أحمد (٢٦٧٤٦) في المسند، ح

وأخرجه الحسن بن المثني في "أحاديث عفان بن مسلم" (١٤٢)،

ح

وأخرجه ابن أبي خيثمة في "السفر الثاني من تاريخ ابن أبي خيثمة" (٢٩٨٠)، ح

وأخرجه أبو يعلي (٧٠٢٦) في المسند عن أبي خيثمة - وأربعتهم (أحمد، وابن المثني، وابن أبي خيثمة، وأبو خيثمة) قالوا: حدثنا عفان (ثقة ثبت)، حدثنا حماد بن سلمة، قال: حدثنا - وفي رواية أبي خيثمة: أخبرنا - علي بن زيد يعني ابن جدعان، عن شهر بن حوشب، عن أم سلمة

وأخرجه الطبراني في الكبير (٥٣/٣ ح ٢٦٦٤) عن علي بن عبد العزيز (ابن المرزبان بن سابور، ثقة مأمون) عن الحجاج بن المنهال (ثقة فاضل) عن حماد بن سلمة به.

وأخرجه الآجري في الشريعة (١٦٩٦) عن أبي شعيب الحراني (اسمه عبد الله بن الحسن بن أحمد بن شعيب، ثقة مأمون) قال حدثنا عبد العزيز بن داود الحراني (ثقة)، قال حدثنا حماد بن سلمة به.

وأخرجه الطحاوي في شرح مشكل الآثار (٧٦٩) قال حدثنا ابن مرزوق (اسمه إبراهيم، ثقة)، حدثنا روح بن أسلم (ضعيف)، حدثنا حماد بن سلمة به.

وأخرجه الدولابي في "الذرية الطاهرة النبوية" (٢٠٢) حدثنا يزيد بن سنان (أبو خالد القرشي، ثقة)، حدثنا موسى بن إسماعيل (أبو سلمة التبوذكي، ثقة ثبت)، حدثنا حماد بن سلمة به.

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لفاطمة: إيتيني بزوجك وابنيك فجاءت بهما، فألقى عليهما كساء فدكيا ثم وضع يده عليهم فقال: اللهم هؤلاء آل محمد فاجعل صلواتك وبركاتك على محمد وعلى آل محمد إنك حميد مجيد قالت أم سلمة: فرفعت الكساء لأدخل معهم فانتزعه من يدي وقال: إنك لعلى خير

اس تخریج سے معلوم ہوا کہ اس طریق کو عفان بن مسلم، حجاج بن منہال، عبد العزیز بن داود الحرانی، روح بن اسلم، اور موسی بن اسماعیل التبوذکی (پانچوں) نے حماد بن سلمہ سے روایت کیا ہے، اور حماد نے علی بن زید بن جدعان کے ذریعے سے شہر بن حوشب سے اسے نقل کیا ہے۔

علی بن زید بن جدعان کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ البتہ امام حماد بن سلمہ علی بن زید کی روایت کے سب سے بڑے حافظ ہیں۔

چنانچہ ابن ابی حاتم روایت کرتے ہیں کہ امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"حماد ابن سلمة في ثابت وعلي بن زيد أحب إلي من همام. وهو اضبط الناس وأعلمه بحديثهما بين خطأ الناس. وهو أعلم بحديث علي بن زيد من عبد الوارث"

ترجمہ: حماد بن سلمہ مجھے ثابت اور علی بن زید کی حدیث میں ہمام (بن یحیی) سے زیادہ محبوب ہیں۔ وہ تمام لوگوں میں ان دونوں کی حدیث کے سب سے بڑے ماہر اور عالم تھے۔ اور وہ علی بن زید کی حدیث کو عبد الوارث (بن سعید) سے بھی زیادہ جانتے تھے۔ (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: 3 / 141)

اس بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ امام حماد بن سلمہ نے علی بن زید کی اس روایت کو بھی ویسے ہی نقل کیا جیسے انہوں نے اسے علی بن زید سے سنا، اور اس میں کسی بھی غلطی کو ان کی طرف منسوب نہیں کیا جائے گا۔

البتہ علی بن زید بن جدعان کیونکہ از خود ضعیف راوی ہیں، اس لئے اس متن کے الفاظ میں جہاں جہاں علی بن زید نے تفرد کیا ہے اسے رد کیا جائے گا، اور بقیہ حدیث کے

متن اور اس واقعے کے اجمالی ثبوت و متابعت کے طور پر اس سے استدلال و استشہاد کیا جا سکتا ہے۔

## 8- طریق عقبہ بن عبد اللہ الاصم عن شہر بن حوشب

أخرجه أبو يعلي الموصلي في المسند (٦٩١٢)، ح

وأخرجه الطبراني في الكبير (٣/٥٣ ح ٢٦٦٥) عن عبد الوارث بن إبراهيم العسكري (مجهول الحال)، كلاهما (أبو يعلي والعسكري) عن حوثرة بن أشرس أبو عامر (صدوق) قال: أخبرني – وفي رواية العسكري قال: حدثنا – عقبة، عن شهر بن حوشب، عن أم سلمة

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لفاطمة: «ائتني بزوجك وابنيك». فجاءت بهم، فألقى عليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم كساء كان تحتي خيبريا أصبناه من خيبر، ثم قال: «اللهم هؤلاء آل محمد عليه السلام، فاجعل صلاتك وبركاتك على آل محمد كما جعلتها على آل إبراهيم إنك حميد مجيد». قالت أم سلمة: فرفعت الكساء لأدخل معهم، فجذبه رسول الله صلى الله عليه وسلم من يدي وقال: «إنك على خير»

ولم يذكر العسكري في روايته قول أم سلمة " فرفعت الكساء لأدخل معهم، فجذبه رسول الله صلى الله عليه وسلم من يدي وقال: «إنك على خير»"

اس تخریج سے معلوم ہوا کہ اس طریق کو امام ابو یعلی الموصلی اور عبد الوارث العسکری دونوں نے حوثرة بن اشرس سے روایت کیا ہے اور انہوں نے عقبہ بن عبد اللہ الاصم سے نقل کیا ہے۔

## حوثرة بن اشرس کی توثیق

ان کا مکمل نام ہے:حوثرة بن اشرس بن عون بن مجشر الْعَدوي أَبُو عَامر الْبَصْرِيّ

ان سے کئی ائمہ حفاظ و کبار محدثین نے روایت بیان کی ہے جن میں: امام عبد اللہ بن احمد بن حنبل، امام ابوزرعہ الرازی، امام ابو حاتم الرازی، امام ابو یعلی، امام مسلم بن حجاج( صحیح کے علاوہ)، امام الحسن بن سفیان الشیبانی (صاحب مسند) وغیرہم شامل ہیں۔

ان میں سے امام عبد اللہ بن احمد، امام ابو زرعہ اور امام ابو حاتم رحمہم اللہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے انہیں اپنی کتاب الثقات (5/146) میں ذکر کیا ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا:" ما علمت به بأسا "ترجمہ:"مجھے ان میں کوئی حرج والی بات معلوم نہیں ہوئی"(تاریخ الاسلام:5/816)۔

ایک دوسری جگہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان کے متعلق فرمایا:" المحدث الصدوق... ما أعلم به بأسا "ترجمہ:"محدث صدوق۔۔۔میں ان میں کسی بھی حرج (یعنی ضعف) کو نہیں جانتا ہوں"(سیر اعلام النبلاء:10/668)

پس معلوم ہوا کہ حوثرۃ بن اشرس کا رتبہ صدوق سے کم نہیں ہے۔

چنانچہ عقبہ بن عبد اللہ الاصم سے اس طریق کی صحت ثابت ہے۔البتہ عقبہ بن عبد اللہ خود محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں۔

## عقبہ بن عبد اللہ الاصم کا تعارف

1- امام یحیی بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا:" عقبة الأصم ليس بثقة "(الجرح والتعدیل:6/314)۔

2- امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ نے فرمایا:" لين الحديث ليس بقوي " (الجرح والتعدیل:6/314)۔

3- امام ابن عدی رحمہ اللہ نے ان کی بعض احادیث کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: "ولعقبة غير ما ذكرت وبعض أحاديثه مستقيمة وبعضها مما لاَ يُتَابَعُ عَليه "اور عقبہ کی میری بیان کردہ روایات کے علاوہ بھی احادیث ہیں، اور ان کی بعض احادیث مستقیم ہیں اور بعض ایسی ہیں جن کی متابعت نہیں کی گئی ہے"(الکامل لابن عدی:6/491)۔

4- بطور خلاصہ امام ذہبی اور امام ابن حجر رحمہما اللہ نے بھی انہیں "ضعیف" قرار دیا ہے (دیکھیں: الکاشف للذہبی، والتقریب لابن حجر)۔

چنانچہ یہ سند عقبہ بن عبد اللہ الاصم کے ضعیف ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ البتہ اس روایت میں عقبہ کے کئی متابعات موجود ہیں، جن کی روشنی میں ان سے استشہاد کیا جاسکتا ہے۔

## 9- طریق اثال بن قرۃ عن شہر بن حوشب

أخرجه أبو يعلي (٦٩٥١) عن سهل بن زنجلة (صدوق)، حدثنا ابن أبي أويس (صدوق أخطأ في أحاديث من حفظه) قال: حدثني أبي (صدوق يهم)، عن عكرمة بن عمار (ثقة ، إلا في يحيى بن أبی كثير فمضطرب)، عن أثال بن قرة، عن ابن حوشب الحنفي

قال: حدثتني أم سلمة قالت: جاءت فاطمة بنت النبي صلى الله عليه وسلم إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، متوركة الحسن والحسين في يدها برمة للحسن، فيها سخين، حتى أتت بها النبي صلى الله عليه وسلم فلما وضعتها قدامه، قال لها: «أين أبو الحسن؟». قالت: في البيت. فدعاه، فجلس النبي صلى الله عليه وسلم وعلي، وفاطمة، والحسن، والحسين يأكلون. قالت أم سلمة: وما سامني النبي صلى الله عليه وسلم وما أكل طعاما قط إلا وأنا عنده، إلا ساميته قبل ذلك اليوم – تعني بـ «سامني»: دعاني إليه، فلما فرغ التف عليهم بثوبه، ثم قال: «اللهم عاد من عاداهم، ووال من والاهم».

وأخرجه إبراهيم الحربي في غريب الحديث (١٠٣٣/٣) قال حدثنا اليمامي (اسمه: عبد الله بن محمد بن الرومي، ثقة)، حدثنا نضر بن محمد (ثقة)، حدثنا عكرمة بن عمار، حدثني أثال بن قرة، سمعت شهر حدثتني أم سلمة أن فاطمة، جاءت ومعها برمة فيها سخينة، وحسن وحسين، فقال رسول الله صلى الله عليه: «هؤلاء أهل بيتي، فوال من والاهم، وعاد من عاداهم»

وذكره البخاري في التاريخ الكبير (٦٩/٢ ت ١٧١٩) تعليقا، قال:
قَالَ النَّضْرُ بْنُ مُحَمد: حدَّثنا عِكرمة، قَالَ: حدَّثنا أُثال، وشُعيب بْنُ أَبي المَنِيع، عَنْ شَهر، سَمِعَ أُم سَلَمة؛ أَنَّ فاطِمَةَ جاءَت، وهِيَ مُتَوَرِّكَةٌ الحَسَنَ، أَوِ الحُسَينِ، آخِذَةً بِيَدِ آخَرَ، مَعَها بُرمَةٌ، فِيهَا سَخِينَةٌ، فَقال النَّبِيُّ صَلى اللَّهُ عَلَيه وسَلم: أَينَ أَبُو حَسَنٍ؟ فَقالت: فِي البَيتِ، فَأَرسَلَ إِلَيهِ، قَالَ: اللهمَّ هَؤُلاَءِ أَهلُ بَيتِي.

اس تخریج سے معلوم ہوا کہ اس طریق کو ابو اویس المدنی اور النضر بن محمد دونوں نے عکرمہ بن عمار سے روایت کیا ہے۔ اور عکرمہ نے اسے اثال بن قرۃ سے اور انہوں نے شہر بن حوشب سے نقل کیا ہے۔ اثال بن قرۃ تک پہلی سند حسن اور دوسری سند صحیح ہے۔

البتہ اثال بن قرۃ مجہول الحال ہیں۔ انہیں امام ابن حبان نے اپنی کتاب الثقات (3/227) میں بنا کسی جرح و تعدیل کے ذکر کیا ہے۔ لیکن شہر بن حوشب کی روایت کی متابعت اور اس قصے کے اجمالی شاہد کے طور پر یہ طریق بالکل مناسب ہے۔ اثال بن قرۃ کے منفرد الفاظ کو ان کی جہالت کی وجہ سے مسترد کیا جائے گا اور بقیہ الفاظ کو دیگر روایات کی متابعت میں تقویت حاصل ہو گی۔

نوٹ: امام بخاری کے مذکورہ طریق میں اثال بن قرۃ کی متابعت شعیب بن ابی منیع (ذکرہ ابن حبان فی الثقات) نے بھی کررکھی ہے۔ اور اس روایت کے الفاظ بھی دیگر روایات کے موافق ہیں۔

## 10- طریق حبیب بن ابی ثابت عن شہر بن حوشب

أخرجه ابن الأعرابي في معجمه (٢٠٤٩)، ح

وأخرجه الطبراني في الكبير (٣٣٧/٢٣ ح ٧٨٣) عن أحمد بن زهير التستري (هو أحمد بن يحيى بن زهير، الإمام الحجة، شيخ الإسلام)، كلاهما (ابن الاعرابي والتستري) عن أبي سعيد عبد الرحمن بن محمد بن منصور (ليس بالقوي) ثنا حسين الأشقر (ضعيف ، ويغلو فى التشيع)، حدثنا منصور بن أبي الأسود (صدوق رمى يالتشيع)، ثنا الأعمش (ثقة، حافظ، إمام)، عن حبيب بن أبي ثابت (ثقة مجتهد فقيه)، عن شهر بن حوشب به.

وأخرجه الدولابي في "الذرية الطاهرة النبوية" (٢٠١) قال حدثني أحمد بن يحيى أبو جعفر الأودي (الصوفي، الكوفي، ثقة)، حدثنا علي بن ثابت الدهان (صدوق شيعي)، أخبرنا منصور بن أبي

الأسود، عن مسلم (وهو ابن كيسان الضبي ذاهب الحديث)، عن حبيب بن أبي ثابت، عن شهر بن حوشب به.

وأخرجه أبو الحسين بن المظفر في "حديث أبي الحسين بن المظفر" (ص ١٠٦ ح ١٠٥) قال: أخبرنا حاجب (هو حاجب بن مالك بن أركين، ثقة)، قثنا أحمد بن يحيى الصوفي (هو أبو جعفر الأودي الكوفي، ثقة)، قثنا علي بن ثابت الدهان، قثنا منصور بن أبي الأسود، عن حبيب بن أبي ثابت، عن شهر بن حوشب.

عن أم سلمة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أخذ ثوبا فجلله على علي، وفاطمة، والحسن، والحسين، ثم قرأ هذه الآية: {إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت، ويطهركم تطهيرا} [الأحزاب: 33] قالت: فجئت لأدخل معهم، فقال: مكانك , أنت على خير

اس تخریج سے معلوم ہوا کہ اس طریق کو حسین الاشقر نے منصور بن ابی الاسود عن اعمش عن حبیب کے طریق سے روایت کیا ہے۔

جبکہ علی بن ثابت الدہان نے اسے منصور عن مسلم بن کیسان عن حبیب کے طریق سے روایت کیا ہے۔

علی بن ثابت الدہان کی روایت میں مزید ایک اختلاف یہ پایا گیا ہے کہ ابو بشر الدولابی نے اسے علی بن ثابت الدہان عن منصور عن مسلم بن کیسان عن حبیب کے طریق سے روایت کیا ہے،

جبکہ حاجب بن ارکین نے دولابی کی مخالفت کرتے ہوئے اسے علی بن ثابت الدہان عن منصور عن حبیب کے طریق سے روایت کیا ہے۔ یعنی حاجب بن ارکین نے اپنے طریق میں منصور اور حبیب کے درمیان مسلم بن کیسان کو ذکر نہیں کیا ہے۔

ان دونوں میں سے دولابی کی روایت زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے کیونکہ منصور اور حبیب کے درمیان ایک طویل فاصلہ ہے، لہٰذا منصور کا حبیب سے براہ راست روایت کرنا بعید معلوم ہوتا ہے۔ جبکہ دولابی کی روایت میں منصور اور حبیب کے درمیان مسلم بن کیسان کا اضافہ ہے جس کا شمار منصور کے شیوخ میں ہوتا ہے۔

البتہ یہ سند مسلم بن کیسان الضبی کے ضعیف ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ چنانچہ اس روایت میں حبیب کی متابعت خود ان تک غیر ثابت ہونے کی وجہ سے شمار نہیں کی جا سکتی۔ اس روایت کا یہاں ذکر محض معرفت کے لئے کیا گیا ہے۔

# شہر بن حوشب کی روایت کا اختلاف اور حکم

شہر بن حوشب کی روایت کے تمام طرق کے الفاظ معنی کے اعتبار سے تقریبا ایک جیسے ہیں۔ یہ کہنا غلط نہیں ہو گا کہ شہر بن حوشب سے اس حدیث کی روایت متواترا ثابت ہے۔ چنانچہ اس کے صحیح ہونے میں کسی شک کی گنجائش نہیں رہتی ہے۔

شہر کی روایت کے بعض طرق میں بعض الفاظ کا اختلاف اس روایت کی صحت کو مضر نہیں ہے کیونکہ ان تمام طرق کے الفاظ کے معانی ایک جیسے ہیں۔ چنانچہ اس قصے کی اجمالی روایت کے اعتبار سے تو کم از کم یہ تمام طرق ایک دوسرے کی تقویت میں اس روایت کی صحت کو مزید قطعی بنا دیتے ہیں۔

البتہ بعض طرق کے بعض الفاظ ایسے بھی ہیں جن میں باہمی اختلاف یا بعض رواۃ کا تفرد نظر آتا ہے۔ البتہ اس اختلاف کی وجہ سے شہر بن حوشب کی اصل روایت کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ یہ اختلاف شہر کی طرف سے نہیں بلکہ ان سے روایت کرنے والوں میں سے بعض رواۃ کی انفرادی غلطیاں ہیں۔ چنانچہ ان انفرادی غلطیوں کو بنیاد بنا پر شہر کی روایت کو مطلقا رد نہیں کیا جا سکتا، بلکہ ہر انفرادی اختلاف کو شہر سے روایت کرنے والے دیگر رواۃ کی روایات پر پرکھ کر ان کو اصل روایت سے علیحدہ کیا جا سکتا ہے۔

مثال کے طور پر، اگر دس لوگ ایک واقعے کو نقل کرنے میں متفق ہیں لیکن ان میں سے چند لوگ ایسے ہیں جو وہی واقعہ نقل تو کرتے ہیں لیکن اس کی چند باریک تفصیلات میں آپس میں اختلاف کرتے ہیں۔ چنانچہ اس واقعے کی کچھ مخصوص چیزوں کو یاد نہ رکھ پانے کی وجہ سے جو اختلاف ہوا اس سے یہ ہر گز نہیں کہا جائے گا کہ وہ واقعہ پیش ہی نہیں آیا، یا اس کا کوئی وجود نہیں۔ بلکہ ان اختلافی تفصیلات کو ایک طرف رکھ کر اس واقعے کی اجمالی حقیقت یا اس کے پیش آنے کو حقیقی و قطعی مانا جائے گا۔ اور صرف ان اختلافی تفصیلات کو ہم تمام دس لوگوں کی روایات کی روشنی میں رکھ کر فیصلہ کریں گے کہ ان میں سے کون سی بات زیادہ صحیح ہے۔ لیکن مکمل واقعے کو سرے سے باطل قرار دے دینا، بہت بڑی ناانصافی اور جہالت ہو گی۔

یہ ایک عام سمجھ والی بات ہے جو کسی کو بھی سمجھانے کی ضرورت پیش نہیں آنی چاہیے۔ البتہ اس تفصیل کی نوبت یہاں اس لئے آئی کیونکہ موجودہ دور کے بعض جاہل نیم ناصبیوں نے اس کا ارتکاب کیا ہے۔ بعض روایات کے معمولی اختلاف کو بنیاد بنا کر انہوں نے اس پوری روایت اور واقعے کو باطل اور ضعیف قرار دیا ہے، جس پر ان کی عقل اور بغض پر افسوس کے علاوہ کچھ نہیں کیا جا سکتا۔

نیز محدثین وائمہ علل کا بھی یہی منہج ہے۔ اس پر محدثین کے چند اقوال درج ذیل ہیں:

1) امیر المؤمنین فی الحدیث امام عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:" «إذا أردت أن يصحَّ لك الحديث، فاضرب بعضه ببعض» "ترجمہ: "اگر تم چاہتے ہو کہ کسی حدیث کی تمہارے لئے تصحیح کی جائے (یعنی اس کی سند یا متن کے اختلاف کو ختم کیا جائے) تو اس حدیث کے بعض (طرق) کو بعض پر پرکھو"(الجامع للخطیب:2/452)۔

2) امام العلل علی المدینی رحمہ اللہ نے فرمایا:" «الباب إذا لم تجمع طرقه لم يتبين خطؤه» "ترجمہ:"کسی باب (یعنی حدیث) کے تمام طرق کو جب تک جمع نہ کیا جائے تو اس میں موجود خطاؤں کا علم نہیں ہو گا"(الجامع للخطیب: 2/316)۔

3) امام الجرح والتعدیل، یحیی بن معین رحمہ اللہ سے مشہور قول مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:" «إنَّ حماد بن سلمة كان يخطئ، فأردت أن أميِّز خطأَه من خطأ غيره، فإذا رأيت أصحابه قد اجتمعوا على شيء، علمت أن الخطأ من حماد نفسه ، وإذا اجتمعوا على شيء عنه وقال واحد منهم خلافهم، علمت أن الخطأ منه لا من حماد، فأميِّز بين ما أخطأ هو بنفسه، وبين ما أُخْطِئَ عليه» "

ترجمہ: "حماد بن سلمہ بعض اوقات غلطی کیا کرتے تھے، تو میں نے ان کی غلطی کو دیگر لوگوں کی غلطیوں سے الگ کرنے کا ارادہ کیا۔ تو جب میں نے دیکھا کہ ان کے اصحاب کسی چیز کو ان سے روایت کرنے میں متفق ہیں تو میں جان گیا کہ یہ غلطی حماد کی اپنی طرف سے ہے۔ اور جب ان کے اصحاب ان سے کسی چیز کو روایت کرنے میں متفق ہوتے لیکن ان میں سے کوئی ایک شخص باقیوں کی مخالفت کرتا، تو میں جان جاتا کہ غلطی اس ایک شخص کی طرف سے ہوئی ہے حماد کی طرف سے نہیں۔ تو اس طرح میں ان کی اپنی غلطیوں اور ان کی روایت میں دیگر لوگوں کی غلطیوں کے درمیان تمیز کرپاتا ہوں۔" (المجروحین لابن حبان: 2/32)۔

4) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: "«مدار التعليل في الحقيقة على بيان الاختلاف» "ترجمہ: "حدیث کی تعلیل (صحیح کو ضعیف سے الگ کرنے کا عمل) کا دارومدار درحقیقت اس کے اختلاف کو بیان کرنے میں ہے" (النکت: 2/711)۔

چنانچہ شہر بن حوشب کی روایت کے طرق میں جو لفظی اختلاف پایا جاتا ہے ہم اس کا ذیل میں جائزہ لیں گے، اور محدثین کے اصول کے مطابق ان کے درمیان تطبیق یا ترجیح دیں گے۔

ان طرق میں راویوں نے دو تفصیلات پر اختلاف کیا ہے۔

**پہلا:** نبی اکرم ﷺ کی دعاء کے الفاظ

**دوسرا:** سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا آخر میں استفسار کرنا، اور اس پر نبی ﷺ کا جواب

## شہر کی روایت میں نبی اکرم ﷺ کی دعا کے الفاظ کا اختلاف:

شہر کی روایت کے تمام طرق میں نبی اکرم ﷺ نے اپنے اہل بیت کے لئے جو دعائیہ کلمات استعمال کئے، وہ تقریبا ایک جیسے ہیں، جو اس طرح ہیں:

« اللهم هؤلاء أهل بيتي وحامتي، فأذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا »

بعض طرق میں حامتی کی جگہ پر خاصتی ہے، بعض میں اہل بیت کی جگہ پر اہلی ہے۔ نیز سب کے الفاظ معمولی سے اختلاف کے ساتھ تقریبا ایک جیسے اور ہم معنی ہیں۔

لیکن علی بن زید بن جدعان (طریق نمبر 7) اور عقبہ بن عبد اللہ الاصم (طریق نمبر 8) کی روایت میں جو الفاظ ہیں وہ اس طرح ہیں:

" اللهم هؤلاء آل محمد فاجعل صلواتك وبركاتك على محمد وعلى آل محمد إنك حميد مجيد"

اور اثال بن قرۃ (طریق نمبر 9) کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

"«هؤلاء أهل بيتي، فوال من والاهم، وعاد من عاداهم»"

چنانچہ دس طرق میں سے صرف ان تین لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کے الفاظ بیان کرنے میں باقی سات کی مخالفت کی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان تین راویوں نے یہ الفاظ بیان کرنے میں غلطی کی ہے۔ کیونکہ شہر بن حوشب سے روایت کرنے والے رواۃ کی اکثریت نے ان سے ایک طرح کے الفاظ بیان کئے ہیں اور صرف ان تین لوگوں نے ان سے الگ بات کہی ہے۔ لہٰذا غلطی کی نسبت ان تین کی طرف ہو گی۔ البتہ روایت کے باقی الفاظ جن میں ان تین راویوں نے باقی راویوں کے موافق بات کہی ہے ان کو ثابت مانا جائے گا اور اس میں وہ سب ایک دوسرے کی تقویت میں کافی ہیں۔

چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "«إنَّما ندع تثبيت ما خالفه فيه غيره مما هو أكثر منه عدداً فأمَّا ما لم يكن يخالفه فيه أحد وهو لفظ غير اللَّفظ الذي خولف فيه وأمر غير الأمر الذي خولف، فنثبته

إذا لم يكن فيه مخالف»"

ترجمہ: "جس چیز میں راوی کی مخالفت دوسروں نے کی ہو جو اس سے تعداد میں زیادہ ہوں ہم صرف اس چیز کی تثبیت کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ اور جہاں تک بات ہے اس لفظ کی جس میں اس راوی کی کسی نے مخالفت نہیں کی ہے، اور اس معاملے کی جس میں کوئی مخالفت موجود نہیں ہے، تو ہم اس کو ثابت مانتے ہیں جب تک اس میں کوئی مخالفت کرنے والا نہ ہو" (السنن المأثورة للشافعي: ص 362)۔

مزید یہ کہ شہر بن حوشب سے روایت کرنے والے باقی رواۃ ان تین رواۃ سے زیادہ ثقہ اور مضبوط حافظے والے ہیں، جبکہ ان تین رواۃ کے حافظے پر کلام کیا گیا ہے۔

## شہر کی روایت میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے آخر میں استفسار پر نبی ﷺ کے جواب میں اختلاف:

اس استفسار سے مراد یہ ہے کہ جب ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ کو علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم پر اپنی چادر اوڑھتے اور ان کے لئے دعا کرتے دیکھا، تو انہوں نے نبی ﷺ سے پوچھا: "کیا میں آپ کے اہل بیت میں شامل نہیں

ہوں؟" تو اس پر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جو جواب دیا، اس پر شہر سے راویوں نے اختلاف کیا ہے۔

اس اختلاف کی تفصیل اور اس میں صحیح الفاظ کی ترجیح کے لئے ہم ذیل میں شہر کے تمام طرق میں موجود ان الفاظ کا جائزہ لیتے ہیں:

## 1- داود بن ابی عوف (صدوق)

ان کی روایت میں ہے:" إنك على خير "یعنی آپ بھلائی پر ہیں۔

## 2- عبد الحمید بن بہرام (اثبت الناس فی شہر)

عبد الحمید کی روایت میں دو الفاظ مروی ہیں۔

ان میں سے ایک روایت جسے ان سے کئی ثقہ راویوں نے نقل کیا ہے اس کے الفاظ ہیں:" قلت: يا رسول الله، ألست من أهلك؟ قال: «بلى، فادخلي في الكساء» قالت: فدخلت في الكساء بعدما قضى دعاءه لابن عمه علي وابنيه، وابنته فاطمة رضي الله عنهم"

ترجمہ: ام سلمہ کہتی ہیں "میں نے کہا: یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کیا میں آپ کے گھر والوں میں سے نہیں؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: کیوں نہیں، تم بھی چادر میں آجاؤ۔ ام سلمہ کہتی ہیں: چنانچہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اپنے چچا کے بیٹے علی، ان کے دونوں

بیٹوں اور ان کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہم کے لئے دعا ختم ہونے کے بعد میں بھی چادر میں داخل ہو گئی"۔

اور دوسری روایت جسے ان سے ابو الولید الطیالسی نے نقل کیا ہے، اس کے الفاظ اس طرح ہیں:" قالت أم سلمة: فأدخلت رأسي البيت، فقلت: يا رسول الله، وأنا معكم؟ قال: «أنت على خير»"

ترجمہ:"ام سلمہ نے کہا: میں نے اپنا سر گھر میں داخل کیا اور کہا: یارسول اللہ اور میں بھی آپ کے ساتھ ہوں؟ تو انہوں نے فرمایا: آپ بھلائی پر ہیں۔"

**نوٹ:** یہ دونوں روایات ان الفاظ میں تطبیق کے لئے اہم ثابت ہوں گی، جیسا کہ ہم نیچے عرض کریں گے ان شاء اللہ۔

## 3- زبید بن حارث (ثقہ ثبت)

ان کی روایت میں ہے:" إنك إلى خير"۔

## 4- اجلح بن عبد اللہ (صدوق)

اس روایت میں ہے:" أنت من أزواج النبي عليه السلام وأنت على خير "ترجمہ:" آپ نبی ﷺ کی بیویوں میں سے ہیں، اور آپ بھلائی پر ہیں"۔

البتہ اس روایت میں عطاء بن ابی رباح عن رجل والی روایت کو بھی تحویلاً ذکر کیا گیا ہے۔ پتہ نہیں یہ اجلح کی روایت کے الفاظ ہیں یا عطاء کی۔

### 5- بلال بن مرداس (صدوق)

اس روایت میں ہے:" إنك على خير أو إلى خير "۔

### 6- اسماعیل بن نشیط (صدوق)

اس روایت میں ہے:" وأنت إلى خير "

### 7- علی بن زید بن جدعان (ضعیف)

اس روایت میں ہے:" إنك لعلى خير "۔

اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ "میں نے داخل ہونے کے لئے چادر اٹھائی تو نبی ﷺ نے اسے میرے ہاتھ سے چھڑایا اور کہا: بے شک آپ بھلائی پر ہیں۔"

### 8- عقبہ بن عبد اللہ الاصم (ضعیف)

اس روایت میں ہے:" إنك على خير "۔

اور ابن جدعان کی روایت کی طرح اس روایت میں بھی چادر چھڑانے والی بات کہی گئی ہے۔

### 9- اثال بن قرۃ (مجھول الحال)

اس روایت میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے سوال کا ذکر نہیں ہے۔

### 10- حبیب بن ابی ثابت (ثقہ ثبت، وفی اسنادہ نظر)

اس روایت میں ہے:" أنت على خير "

جیسا کہ اس تفصیل سے واضح ہوا کہ ان دس میں سے آٹھ طرق میں ایک طرح کے الفاظ ہیں، یعنی" أنت على خير أو إلي خير "۔

اثال بن قرۃ کی روایت میں تو اس استفسار کو ذکر ہی نہیں کیا گیا اس لئے اس طریق کو یہاں گننے کی ضرورت بھی نہیں۔

پیچھے صرف عبد الحمید بن بہرام کی روایت باقی بچتی ہے، اور اس میں بھی دو طرح کے الفاظ ہیں۔ ایک لفظ باقی آٹھ رواۃ کی روایت کے موافق ہے، اور دوسرا لفظ ان سے مختلف ہے۔ البتہ عبد الحمید بن بہرام سے ثقات کی اکثریت نے جو الفاظ نقل کیے ہیں وہ وہی ہیں جو باقی آٹھ طرق سے مختلف ہیں، یعنی" بلى "۔ چنانچہ عبد الحمید سے اس روایت کے طرق میں سے اگر کسی ایک لفظ کو ترجیح دی جائے گی تو وہ یہی لفظ ہو گا۔

یہ بات بھی یاد رہے کہ شہر بن حوشب کی روایت میں محدثین نے عبد الحمید بن بہرام کو تمام لوگوں پر ترجیح دی ہے۔

چنانچہ امام یحیی بن سعید القطان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:" **من أراد حديث شهر فعليه بعبد الحميد بن بهرام**"جو شہر (بن حوشب) کی حدیث کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ عبد الحمید بن بہرام کو لازم پکڑے۔

(الجرح والتعدیل:6/9،والتاریخ الکبیر للبخاری:6/54)

اور امام احمد فرماتے ہیں:"**كان يحفظها كأنه سورة من القرآن، وهي سبعون حديثاً طوال** "عبد الحمید بن بہرام شہر کی حدیث کو ایسے یاد رکھتے تھے جیسے قرآن کی کوئی سورت ہو، اور وہ ستر لمبی حدیثیں ہیں۔

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم:6/9)

مزید اقوال کے لئے شہر بن حوشب پر میرا مضمون دیکھ لیں۔ جس کا لنک نیچے دیا جائے گا۔

چنانچہ یہاں بھی عبد الحمید کی روایت کو باقیوں کی روایت پر ترجیح حاصل ہو گی، اور عبد الحمید کی شہر سے روایت کے مطابق " أنت على خير "کے الفاظ کی بجائے" بلى "کا ذکر اس ترجیح کے مطابق زیادہ قوی معلوم ہوتا ہے۔

البتہ ترجیح کی ضرورت تب پیش آئے گی جب ان دونوں الفاظ میں کوئی تطبیق ممکن نہ ہو، یا ان دونوں الفاظ نے آپس میں کوئی تعارض پیدا کیا ہو۔ اس کے برعکس، ان دونوں طرح کے الفاظ میں کوئی تعارض یا مخالفت نہیں ہے بلکہ ان میں تطبیق و توفیق بڑی آسانی سے دی جا سکتی ہے جیسا کہ نیچے ذکر ہو گا۔ مزید یہ کہ شہر بن حوشب ان الفاظ کو ذکر کرنے میں اکیلے بھی نہیں ہیں بلکہ ام سلمہ سے روایت کرنے والے دیگر رواۃ نے بھی اس سے ملتے جلتے الفاظ ذکر کئے ہیں جیسا کہ نیچے تفصیل آئے گی۔ چنانچہ، یہ دونوں الفاظ اسی روایت کا حصہ ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ بعض راویوں نے اس کا ایک حصہ نقل کیا ہے اور بعض نے دوسرا۔ یا پھر یوں کہہ لیں کہ بعض رواۃ نے ایک طرح کے الفاظ بول کر وہی بات کہی جو دیگر رواۃ نے دوسرے الفاظ بول کر کہی۔ نیز دونوں الفاظ کا مطلب ایک ہی ہے۔ چنانچہ اگر ان دونوں الفاظ کو ایک ساتھ رکھ کر پڑھا اور سمجھا جائے تو یہ ایک دوسرے کے عین موافق نظر آئیں گے، نہ کہ ایک دوسرے کے مخالف۔

اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم اس واقعے اور سورت احزاب کی اس آیت کا مکمل پس منظر سمجھ لیں۔

سورت احزاب کی جس آیت کے نزول پر نبی اکرم ﷺ نے اپنے گھر والوں کو بلا کر دعا کی، وہ نازل ہی نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لئے ہوئی تھی۔ اس آیت کا مکمل سیاق وسباق اس طرح ہے:

يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ ۚ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ﴿٣٢﴾ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ ۖ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿٣٣﴾

ترجمہ: "اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو۔ لہٰذا تم نزاکت کے ساتھ بات مت کیا کرو، کبھی کوئی ایسا شخص بیجا لالچ کرنے لگے جس کے دل میں روگ ہوتا ہے، اور بات وہ کہو جو بھلائی والی ہو (32)۔ اور اپنے گھروں میں قرار کے ساتھ رہو، اور (غیر مردوں کو) بناؤ سنگھار دِکھاتی نہ پھرو، جیسا کہ پہلی جاہلیت میں دکھایا جاتا تھا، اور نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ ادا کرو، اور اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو۔ اے نبی کے اہل بیت (گھر والو)! اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم سے

گندگی کو دُور رکھے، اور تمہیں ایسی پاکیزگی عطا کرے جو ہر طرح سے مکمل ہو۔"

(سورت الاحزاب:32-33)

چنانچہ ان آیات میں شروع سے آخر تک اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی بیویوں کو مخاطب کیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"الذي لا يشك فيه من تدبر القرآن أن نساء النبي صلى الله عليه وسلم داخلات في قوله تعالى : ( إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرا )، فإن سياق الكلام معهن"

ترجمہ:"قرآن کے تدبر سے جس چیز پر کوئی شک نہیں وہ یہ ہے کہ نبی ﷺ کی بیویاں اللہ تعالیٰ کے اس قول میں داخل ہیں:(اے نبی کے اہل بیت (گھر والو)! اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی کو دُور رکھے، اور تمہیں ایسی پاکیزگی عطا کرے جو ہر طرح سے مکمل ہو)، کیونکہ اس کلام کا سیاق ان کے ساتھ ہے"(تفسیر ابن کثیر:6/415)

اس کا مطلب یہ ہے کہ ان آیات کی اولین مخاطب ہونے کی وجہ سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا اہل بیت میں شامل ہونا پہلے سے طے شدہ ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ان سے گندگی کو دور کرنا اور پاکیزگی عطا کرنا بھی اس آیت میں پہلے سے شامل ہے۔ تو نبی اکرم ﷺ کا ان کے لئے علیحدہ سے وہی دعا مانگنے کا کوئی مطلب نہیں بنتا۔ البتہ نبی ﷺ کا اپنے قریبی رشتہ داروں کو اس دعا کی برکت میں شامل کرنے کے لئے انہیں علیحدہ سے بلا کر

یہ دعا مانگنا، نبی ﷺ کی اپنی خواہش اور خاص سبب کو ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ ان کے لئے کی گئی نبی ﷺ کی اس دعا میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو آنے کی ضرورت ہی نہیں تھی کیونکہ وہ تو خود اللہ کے قول کی وجہ سے اس میں شامل تھیں۔ جبکہ نبی ﷺ کے دیگر گھر والے نبی ﷺ کے قول کی وجہ سے اس میں بعد میں شامل ہو گئے۔

- چنانچہ شیخ المفسرین امام ابو عبد اللہ القرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا: "فالآيات كلها من قوله:" يا أيها النبي قل لأزواجك"– إلى قوله–" إن الله كان لطيفا خبيرا" منسوق بعضها على بعض، فكيف صار في الوسط كلاما منفصلا لغيرهن! وإنما هذا شي جرى في الأخبار أن النبي عليه السلام لما نزلت عليه هذه الآية دعا عليا وفاطمة والحسن والحسين، فعمد النبي صلى الله عليه وسلم إلى كساء فلفها عليهم، ثم ألوى بيده إلى السماء فقال: (اللهم هؤلاء أهل بيتي اللهم أذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا). فهذه دعوة من النبي صلى الله عليه وسلم لهم بعد نزول الآية، أحب أن يدخلهم في الآية التي خوطب بها الأزواج "
ترجمہ: "یہ تمام آیات (اے نبی اپنی بیویوں سے کہہ دیجئے) سے لے کر (بے شک اللہ باریک بین اور ہر بات سے باخبر ہے) تک (الاحزاب:28-34) آپس

میں ایک دوسرے کے ساتھ جُڑی ہوئی ہیں، لہذا کلام کے بیچ میں آکر وہ نبی ﷺ کی بیویوں کے علاوہ کسی کے لئے کیسے الگ ہو سکتی ہیں! (یعنی ان کا تعلق بے شک نبی کی ازواج کے ساتھ ہے)۔ یہ تو ایک الگ بات ہے جو بعض اخبار میں آئی ہے کہ جب نبی ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی تو انہوں نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین (رضی اللہ عنہم) کو بلایا، پس نبی ﷺ اپنی چادر کی طرف بڑھے اور اسے ان کے اوپر اوڑھ دیا، پھر آپ نے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف دعا کے لئے اٹھایا اور کہا: (اے اللہ، یہ میرے گھر والے ہیں۔ اے اللہ ان سے گندگی کو دور رکھ اور انہیں ایسی پاکیزگی عطا کر جو ہر طرح سے مکمل ہو)۔ تو نبی ﷺ کی طرف سے ان کے لئے یہ دعا اس آیت کے نزول کے بعد صادر ہوئی، نبی ﷺ نے یہ چاہا کہ وہ ان چاروں کو بھی اس آیت میں داخل کر دیں جس سے نبی کی بیویاں مخاطب کی گئی ہیں۔"

(تفسیر القرطبی: 14/183-184)

- اسی طرح علامہ جلال الدین الدوّانی رحمہ اللہ (المتوفی 918ھ) فرماتے ہیں: "

سبب نزول الآية نساء النبي – صلى الله عليه وسلم – وفيهن نزلت. ويدل على ذلك ما قبلها وما بعدها من الآيات، وأن أهل البيت هو هن.... ولكن لما كان علي وفاطمة والحسن

والحسين رضي الله عنهم من أهل البيت ولم يتناولهم لفظ الآية إلا بطريقة التغليب من ضمير {عنكم} و {يطهركم} أدخلهم النبي – صلى الله عليه وسلم – في حديث الكساء على سبيل البيان. فالدليل عليهم الحديث، وعليهن القرآن "

ترجمہ: "اس آیت کا سبب نزول نبی ﷺ کی بیویاں تھیں، اور انہیں کے لئے یہ آیت نازل ہوئی۔ اس بات کی دلیل اس آیت کی پہلی اور بعد والی آیات ہیں۔ اور یہ کہ اہل بیت سے مراد بھی وہی ہیں۔۔۔۔ لیکن چونکہ علی، فاطمہ، حسن اور حسین (رضی اللہ عنہم) بھی اہل بیت میں سے ہیں اور اس آیت کے الفاظ میں ان کا شمول نہیں ہوتا سوائے اس طرح کے (عنکم) اور (یطھرکم) کی ضمیر کو طریقہ تغلیب کے ذریعے ان کے لئے بھی شمار کر لیا جائے۔ چنانچہ نبی ﷺ نے حدیث کساء میں ان چاروں حضرات کو اپنے بیان کے ذریعے اس میں شامل کر دیا۔ لہٰذا اُن کا اس میں داخل ہونے کی دلیل حدیثِ نبوی ہے، اور نبی کی بیویوں کا اس میں داخل ہونے کی دلیل قرآن ہے۔"

(الحجج الباهرة في إفحام الطائفة الكافرة الفاجرة: ص 218)۔

جب یہ پس منظر واضح ہو چکا تو اب ہم اس کی روشنی میں نبی ﷺ کے قول" «أنت على خير» "کو سمجھنے کی کوشش کریں تو بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس سے مراد یہ

نہیں کہ نبی ﷺ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا اہل بیت میں سے ہونے کا انکار کیا ہے، بلکہ اس سے نبی ﷺ کی مراد یہ ہے کہ اے ام سلمہ! آپ تو پہلے سے ہی بھلائی پر ہیں کیونکہ آپ کو اس آیت میں مخاطب کیا گیا ہے، کیونکہ آپ نبی ﷺ کی ازواج میں سے ہیں۔

- چنانچہ علامہ جلال الدین الدوّانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:" وأما ما نقل أن أم سلمة لما نزلت الآية سألت النبي – صلى الله عليه وسلم – أن تكون من أهل البيت فقال لها النبي – صلى الله عليه وسلم –: «أنت على خير»، لا ينافي ذلك، يعني أنك نزل فيك القرآن أنك من أهل البيت، وهذا هو الخير الكثير الذي أشار إليه النبي – صلى الله عليه وسلم "

ترجمہ:"اور جو ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو انہوں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ کیا وہ اہل بیت میں سے ہیں، تو نبی ﷺ نے فرمایا: آپ بھلائی پر ہیں۔ یہ قول اس بات کے منافی نہیں کہ وہ اہل بیت میں سے ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ پر ہی تو یہ آیت نازل ہوئی ہے اور آپ اہل بیت ہی میں سے ہیں، اور یہی وہ بہت زیادہ بھلائی ہے جس کی طرف نبی ﷺ نے

اشارہ کیا ہے"

(الحجج الباهرة في إفحام الطائفة الكافرة الفاجرة: ص 218)۔

- اسی طرح شارح ترمذی علامہ عبد الرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ (انت علی خیر) کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"معناه أنت خير وعلى مكانك من كونك من أهل بيتي ولا حاجة لك في الدخول تحت الكساء كأنه منعها عن ذلك لمكان علي "

ترجمہ: "اس کا معنی یہ ہے کہ (اے ام سلمہ) آپ بھلائی پر ہیں اور آپ کا مکان متعین ہے اس طرح کہ آپ (پہلے سے ہی) میرے گھر والوں میں شامل ہیں، اور اس لئے آپ کو چادر کے اندر آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ گویا نبی ﷺ نے ان کو ایسا کرنے سے علی کے مکان کی وجہ سے روکا (کیونکہ وہ غیر محرم تھے)۔"

(تحفۃ الاحوذی: 9/48)

- نیز علامہ مودودی رحمہ اللہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: "بعض روایات میں جو یہ بات آئی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو نبی ﷺ نے اس چادر کے نیچے نہیں لیا جس میں حضور ﷺ نے ان

چاروں اصحاب کو لیا تھا، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حضور ﷺ نے ان کو اپنے "گھر والوں" سے خارج قرار دیا تھا۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بیویاں تو اہل بیت میں شامل تھیں ہی، کیونکہ قرآن نے انہی کو مخاطب کیا تھا، لیکن حضور ﷺ کو اندیشہ ہوا کہ ان دوسرے اصحاب کے متعلق ظاہر قرآن کے لحاظ سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو جائے کہ یہ اہل بیت سے خارج ہیں، اس لئے آپ نے تصریح کی ضرورت ان کے حق میں محسوس فرمائی نہ کہ ازواج مطہرات کے حق میں۔" (تفہیم القرآن: تفسیر سورت الاحزاب: آیت 33)۔

**نوٹ:** عبد الحمید بن بہرام کی روایت میں ایسا ضرور ہے کہ ام سلمہ چادر میں داخل ہوئیں، لیکن اس میں اس بات کا بھی ذکر ہے کہ انہوں نے ایسا تب کیا جب نبی ﷺ دعا سے فارغ ہو چکے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ " «أنت على خير» "یعنی آپ بھلائی پر ہیں، اور" بلى" یعنی کیوں نہیں! دونوں الفاظ کا مطلب ایک ہی ہے۔ جب ام سلمہ ازواج النبی میں سے ہونے کی وجہ سے پہلے سے ہی اس آیت کی رُو سے اہل بیت میں سے ہیں تو ان کے اس سوال کے جواب میں ان دونوں میں سے کوئی بھی لفظ بولا جائے تو مطلب ایک ہی ہو گا۔

اس کی طرف اشارہ اجلح بن عبد اللہ کی مذکورہ روایت کے الفاظ میں بھی موجود ہے۔
ان کی روایت کے الفاظ ہیں:

" أنت من أزواج النبي عليه السلام وأنت على خير "یعنی اے ام سلمہ آپ تو (پہلے سے ہی) نبی کی بیویوں میں شامل ہیں، اور آپ بھلائی پر ہیں۔

مزید یہ کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت کے دیگر طرق میں بھی عبد الحمید بن بہرام کی روایت سے ملتے جلتے الفاظ موجود ہیں جن میں ام سلمہ کو صراحتا اہل بیت میں شامل کیا گیا ہے۔ نیز دیکھیں: طریق عطاء بن یسار عن ام سلمہ، طریق عبد اللہ بن وہب بن زمعہ عن ام سلمہ، طریق ابو عطیہ الطفاوی عن ام سلمہ، اور طریق ام حبیبہ بنت کیسان عن ام سلمہ۔

لہذا اس روایت کے الفاظ میں کوئی اضطراب یا مخالفت ہر گز نہیں ہے۔ اور اس سیاق میں دونوں جائز ہیں۔

اور اسی کے ساتھ شہر بن حوشب کی روایت کے طرق میں لفظی اختلاف کا بیان اپنے اختتام کو پہنچتا ہے۔

اس روایت پر ایک آخری بحث جو رہتی ہے وہ یہ کہ شہر بن حوشب کا حدیث میں کیا مقام ہے؟

## شہر بن حوشب رحمہ اللہ جرح وتعدیل کی روشنی میں:

شہر بن حوشب کی توثیق پر میرا ایک الگ مضمون ہے جسے طوالت کے خوف سے یہاں پر نہیں ڈالا گیا ہے۔ اس مضمون کو یہاں سے ڈاونلوڈ کیا جاسکتا ہے:

http://bit.ly/shahr_bin_hawshab

شہر بن حوشب کے متعلق خلاصہ یہی ہے کہ وہ صدوق حسن الحدیث ہیں۔ اگرچہ ان پر کچھ کلام کیا گیا ہے لیکن اس روایت میں ان کی متابعات بھی موجود ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے اس روایت کو یاد رکھنے میں کوئی غلطی یا کوتاہی نہیں کی ہے، چنانچہ اگر وہ ضعیف بھی ہوتے تو یہاں ان کے ضعیف ہونے کو دلیل نہیں بنایا جا سکتا، جیسا کہ بعض جہال نے کیا ہے، کیونکہ یہاں ان کے حفظ کی واضح دلیل موجود ہے۔ بہر حال، کبار ائمہ ومحدثین نے شہر بن حوشب کی واضح توثیق کر کے اس الزام کی بھی تردید کر دی ہے۔

لہذا شہر بن حوشب کی یہ حدیث سنداً حسن لذاتہ اور متناً صحیح ہے وللہ الحمد۔

## شبہ: کیا شہر نے یہ روایت فضیل بن مرزوق سے اخذ کی ہے؟

تفسیر طبری میں شہر بن حوشب کی ایک روایت میں بظاہر یہ ہے کہ انہوں نے اسے فضیل بن مرزوق سے عن عطیہ عن ابو سعید کے طریق کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تو بعض عقل کے دشمنوں نے تفسیر طبری کی اس ایک سند میں غلطی کی وجہ سے یہ اندازہ لگایا کہ چونکہ شہر نے اس روایت کو اس سند میں ابو سعید (الکلبی، کذاب) سے نقل کیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ شہر بن حوشب نے اس روایت کو اصلاہی ابو سعید کلبی سے اخذ کیا اور پھر لوگوں نے ان کے واسطے کو بیچ میں سے گرا کر سند کو صحیح کر دیا۔ نیز ان کے نزدیک یہ طریق اس بات کی بھی دلیل ہے کہ اس واقعے کے تمام مآخذ شیعہ رواۃ ہیں۔

اس دعوے کا بطلان اتنا واضح ہے کہ اس کی وضاحت کرنا بھی وقت کا ضیاع ہے، اور اس میں ان کا اہل بیت سے بغض صاف ظاہر ہوتا ہے۔

تفسیر طبری کی جس سند سے سہارا لے کر اتنی بڑی فرضی عمارت کھڑی کر دی گئی، وہ درج ذیل ہے:

امام طبری فرماتے ہیں:

حدثني أبو كريب، قال: ثنا وكيع، عن عبد الحميد بن بهرام، عن شهر بن حوشب، عن فضيل بن مرزوق، عن عطية، عن أبي سعيد الخدري، عن أم سلمة، قالت: لما نزلت هذه الآية: {إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرا} [الأحزاب: 33] دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم عليا وفاطمة وحسنا وحسينا، فجلل عليهم كساء خيبريا، فقال: «اللهم هؤلاء أهل بيتي، اللهم أذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا» قالت أم سلمة: ألست منهم؟ قال: أنت إلى خير

(تفسیر الطبری:19/104)

اس میں بظاہر شہر بن حوشب عن فضیل لکھا گیا ہے تو ان لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ شہر اسے فضیل سے روایت کر رہے ہیں، حالانکہ ایسا بالکل نہیں ہے۔ کوئی ادنی سا طالب علم بھی سند دیکھ کر بتا سکتا ہے کہ یہاں واضح غلطی ہے، کیونکہ یہاں غلطی سے "و" حذف ہو گیا ہے۔ اس غلطی کے دلائل درج ذیل ہیں:

1- اصل سند اس طرح ہے:" وكيع، عن عبد الحميد بن بهرام، عن شهر بن حوشب، [ و ] عن فضيل بن مرزوق، عن

عطية، عن أبي سعيد الخدري "۔الغرض یہاں دوسندوں کوایک ساتھ ذکر کیاگیاہےاور "و" کے حذف ہو جانے کے سبب ایسالگ رہاہے کہ یہ ایک ہی لمبی سند ہے۔ایک حرف کی وجہ سے کتنابڑافرق پڑسکتاہے اس سے ہر کوئی واقف ہے،اسی لئے ان چیزوں کی تصحیح کے لئے حدیث کی مکمل تخریج ضروری ہوتی ہے۔اور تخریج سے پتہ چلتاہے کہ یہ دونوں الگ سندیں ہیں۔

2- بالفرض اگر یہ غلطی نہ بھی ہوتی تو ایسی عجیب سند کا وجود پورے ذخیرہ حدیث میں کہیں اور نہیں ہے، چنانچہ یہ بات خود ہی اس کے غلط ہونے کو کافی ہوتی۔

3- ہم اوپر تفصیلی تخریج میں دیکھ آئے ہیں کہ تمام کتب حدیث میں یہ دوالگ اسانید کے طور پر مروی ہیں۔اگر اعتراض کرنے والے اس ایک سند کو دیکھ کر ان ساری مذکورہ کتب میں موجود اسانید کو غلط کہنے کو تیار ہیں اور اس ایک سند کو ان تمام پر مقدم رکھ کر اس اسناد کے غلطی سے پاک ہونے کے قائل ہیں،توان کی عقل کو سلام ہے۔

4- شہر بن حوشب سے اس حدیث کو تواتر کی حد تک نقل کیاگیاہے اور سبھی نے اسے ان کی ام سلمہ سے براہ راست روایت کے طور پر نقل کیاہے۔اور ان میں سے اکثر میں شہر نے صراحتاام سلمہ سے سماع کی تصریح بھی کی ہے۔

5- شھر بن حوشب فضیل بن مرزوق سے طبقہ اور عمر میں کافی بڑے ہیں، ان کا ایک ایسے شخص سے روایت کرنا جو ان سے چار طبقوں کے فرق سے چھوٹا ہے بہت بعید ہے، اور مزید یہ کہ دونوں کے علاقے، شیوخ، تلامذہ، اور روایات سب الگ اور مختلف ہیں اور کسی بھی اعتبار سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ نا ہی اس سے پہلے اور اس کے بعد کوئی اسناد پورے ذخیرہ حدیث میں ایسی دیکھی گئی ہے۔ جبکہ اس کے برعکس وکیع فضیل سے روایت کرنے میں مشہور و معروف ہیں۔

6- حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے طبری کی تفسیر کے حوالے سے اسی روایت اور سند کو اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے اور انہوں نے ان دونوں کو دو الگ اسانید اور روایتوں کے طور پر ذکر کیا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

" قال ابن جرير: حدثنا أبو كريب، حدثنا [الحسن بن عطية، حدثنا] فضيل بن مرزوق، عن عطية، عن أبي سعيد، عن أم سلمة .... طريق أخرى: رواه ابن جرير أيضا، عن أبي كريب، عن وكيع، عن عبد الحميد بن بهرام، عن شهر بن حوشب، عن أم سلمة بنحوه "

(تفسیر ابن کثیر: 6/412-413 ت سلامۃ)

**نوٹ:** شہر بن حوشب کے طریق سے ابن جریر طبری نے صرف اسی سند کو ذکر کیا ہے اور یہاں حافظ ابن کثیر بالکل واضح طور پر اسے عن شہر عن ام سلمہ کی تصحیح کے ساتھ نقل فرمارہے ہیں۔

چنانچہ ان دو سندوں کو ایک بتانا اور پھر اس کی بنیاد پر ساری حدیث کو مشکوک بتانا بہت بڑی خیانت و دجل ہے۔

**نوٹ:** فضیل عن عطیہ عن ابو سعید کے طریق کی تفصیلی تخریج کے لئے طریق نمبر آٹھ دیکھیں: "8- تخریج طریق ابو سعید عن ام سلمہ"۔

## 4- تخریج طریق عطاء بن یسار عن ام سلمہ

اس طریق کو درج ذیل لوگوں نے روایت کیا ہے:

- الحسن بن مكرم (ثقة)

(أخرجه البيهقي في الإعتقاد إلي سبيل الرشاد (ص ٣٢٧) قال أخبرنا أبو عبد الله الحافظ (ورواه في المستدرك: ٤٧٠٥)، وأبو عبد الرحمن محمد بن الحسين السلمي من أصل كتابه قالا: ثنا أبو العباس محمد بن يعقوب، ثنا

الحسن بن مكرم، ح

وقال البيهقي في السنن الكبري (٢٨٦١) أخبرنا أبو عبد الله الحافظ غير مرة، وأبو عبد الرحمن محمد بن الحسين السلمي من أصله وأبو بكر أحمد بن الحسن القاضي قالوا: ثنا أبو العباس محمد بن يعقوب، ثنا الحسن بن مكرم، ح

وأخرجه البغوي في شرح السنة (٣٩١٢) قال أخبرنا أبو سعد أحمد بن محمد الحميدي، أنا أبو عبد الله الحافظ ثنا أبو العباس محمد بن يعقوب الأصم ثنا الحسن بن مكرم، ح

وأخرجه ابن عساكر في تاريخ دمشق (١٣٧/١٤) قال: أخبرنا أبو سعد إسماعيل بن أحمد بن عبد الملك، وأبو نصر أحمد بن علي بن محمد بن إسماعيل الطوسي قالا أنا أبو بكر بن خلف أنا أبو عبد الله الحافظ ح

وأخبرنا أبو العلاء زيد، وأبو المحاسن مسعود ابنا علي بن منصور بن الراوندي بالري قالا أنا قاضي القضاة أبو نصر أحمد بن محمد بن صاعد النيسابوري أنا أبو سعيد

محمد بن موسى بن الفضل بن شاذان الصيرفي

قالا (أبو عبد الله الحافظ والصيرفي) نا أبو العباس أحمد

بن يعقوب زاد الحافظ بانتخاب أبي علي الحافظ عليه نا

الحسن بن مكرم، ح

وأخرجه ابن الأثير في أسد الغابة (٥/٤٥٤) قال: أخبرنا

أرسلان بن يغان أبو محمد الصوفي، أخبرنا أبو الفضل

بن طاهر بن سعيد بن أبي سعيد الميهني الصوفي، أخبرنا

أبو بكر أحمد بن علي ابن خلف، أخبرنا الحاكم أبو عبد

الله محمد بن عبد الله، أخبرنا أبو العباس محمد بن يعقوب

الأصم، حدثنا الحسن بن مكرم)

- العباس بن محمد الدوري (ثقة حافظ)

(أخرجه الحاكم في المستدرك (٣٥٥٨) قال حدثنا أبو

العباس محمد بن يعقوب، ثنا العباس بن محمد الدوري)

- محمد بن هارون أبو جعفر الرازي (ثقة)

(أخرجه أبو نعيم في أخبار أصبهان (٢/٢٢٣) قال حدثنا

أبو إسحاق بن حمزة (ثقه حافظ)، ثنا محمد بن إسحاق بن

الوليد أبو عبد الله (هو محمد بن إسحاق بن محمد بن يحيى بن ابراهيم بن الوليد بن سنده بن بطه بن استندار المعروف ابن منده الأصبهاني، ثقة إمام)، ثنا محمد بن هارون الرازي)

- إدريس بن جعفر العطار (متروك)

(أخرجه الطبراني في الكبير (٢٨٦/٢٣ ح ٦٢٧) قال حدثنا إدريس بن جعفر العطار)

ان چاروں یعنی الحسن بن مکرم، عباس بن محمد الدوری، محمد بن ہارون الرازی، اور ادریس العطار نے اس حدیث کو درج ذیل سند سے نقل کیا ہے:

ثنا عثمان بن عمر بن فارس، ثنا عبد الرحمن بن عبد الله بن دينار , عن شريك بن أبي نمر , عن عطاء بن يسار , عن أم سلمة، قالت في بيتي أنزلت {إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت} [الأحزاب: 33] قالت: فأرسل رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى فاطمة وعلي والحسن والحسين فقال: "هؤلاء أهلي". قالت أم سلمة: فقلت: يا رسول الله أما أنا من أهل البيت؟ قال: "بلى إن شاء الله".

وفي رواية الحاكم (عن الدوري عن عثمان بن عمر): قالت أم سلمة: يا رسول الله، ما أنا من أهل البيت؟ قال: «إنك أهلي خير وهؤلاء أهل بيتي اللهم أهلي أحق»

نیز اس روایت میں امام اسماعیل بن جعفر الانصاری المدنی نے شریک بن ابی نمر سے روایت کرنے میں عبد الرحمن بن عبد اللہ بن دینار کی متابعت کر رکھی ہے۔

أخرجه في "أحاديث إسماعيل بن جعفر" (٤٠٣) قال إسماعيل: ثنا شريك، عن عطاء أن هذه الآية، نزلت في بيت أم سلمة {إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرا} [الأحزاب: 33] فقالت أم سلمة من جانب البيت: ألست يا رسول الله صلى الله عليه وسلم من أهل البيت؟ قال: «بلى إن شاء الله» ثم أخذ ثوبا فطرحه على فاطمة، وحسن، وحسين ثم قال: {إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرا} [الأحزاب: 33]

قال أبو عبد الله الحاكم: هذا حديث صحيح سنده ثقات رواته
قال الشيخ: وهذا يؤكد ما ذكرنا من دخول آله وأزواجه في أهل بيته وعلينا محبة جميعهم وموالاتهم في الدين

وقال البيهقي في السنن الكبري: وقد روي في شواهده، ثم في معارضته أحاديث لا يثبت مثلها، وفي كتاب الله البيان لما قصدناه في إطلاق النبي صلى الله عليه وسلم الآل، ومراده من ذلك أزواجه أو هن داخلات فيه

## رجال کا تعارف:

اس تخریج سے معلوم ہے کہ ثقات کی ایک جماعت نے اسے درج ذیل طریق سے روایت کیا ہے:

عثمان بن عمر بن فارس، ثنا عبد الرحمن بن عبد الله بن دينار , عن شريك بن أبي نمر , عن عطاء بن يسار , عن أم سلمة

اور اس کی ایک دوسری سند اس طرح مروی ہے:

حدثنا علي (بن حجر السعدي)، ثنا إسماعيل، ثنا شريك، عن عطاء عن أم سلمة

اس کے رجال ثقہ ہیں۔ ان کا تعارف درج ذیل ہے:

## عثمان بن عمر بن فارس

یہ صحیحین اور سنن اربعہ کے راوی ہیں اور ثقہ ہیں۔

- امام احمد بن حنبل نے فرمایا:" رجل صالح ثقة "(تاریخ بغداد: 11/281)
- امام یحیی بن معین نے فرمایا:" ثقة "(تاریخ ابن معین روایۃ الدارمی:662)
- حافظ ابن حجر نے فرمایا:" ثقة "(تقریب التہذیب:4504)
- حافظ ذہبی نے فرمایا:" ثقة "(الکاشف:3727)

## عبد الرحمن بن عبد اللہ بن دینار

- امام بخاری نے ان سے اپنی صحیح میں روایت لی ہے۔
- امام علی بن المدینی فرماتے ہیں:" صدوق "(تہذیب التہذیب:6/207)۔
- امام ذہبی نے فرمایا:" ثقة "(دیوان الضعفاء:2459)

- حافظ ابن حجر نے فرمایا:" صدوق يخطىء "(تقریب:3913)

ان پر جو جرح کی گئی ہے وہ بہت ہلکی اور معمولی ہے، جو اس توثیق کے مخالف نہیں ہے۔

اس پر مزید یہ کہ ایک ثقہ امام، اسماعیل بن جعفر المدنی نے ان کی متابعت بھی کر رکھی ہے۔

## شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر

یہ صحیحین اور سنن کے راوی ہیں، اور عطاء بن یسار کے خاص شاگردوں میں شامل ہیں۔

- امام یحیی بن معین نے فرمایا:" ليس به بأس "(الجرح والتعدیل: 364/4)۔
- امام ابن سعد نے فرمایا:" كان ثقة كثير الحديث "(الطبقات الکبری: 398/5)۔
- امام دارقطنی نے فرمایا:"ثقة"(العلل:2/225)۔
- امام عجلی نے فرمایا:" تابعي ثقة "(کتاب الثقات:663)۔

## عطاء بن یسار الہلالی

یہ صحیحین و سنن اربعہ کے راوی ہیں اور کبار تابعین میں شامل ہیں۔

- امام یحیی بن معین نے فرمایا:" ثقة "(الجرح والتعدیل:6/338)۔
- امام ابو زرعہ الرازی نے فرمایا:" ثقة "(ایضا)۔
- امام ابن سعد نے فرمایا:" كان ثقة كثير الحديث "(الطبقات الکبری: 5/132)۔

چنانچہ امام حاکم نے اس اسناد کے بارے میں فرمایا:" هذا حديث صحيح سنده ثقات رواته "(السنن الکبری للبیہقی:2/214)۔

اس حدیث کی دوسری سند میں اسماعیل بن جعفر الانصاری نے عبد الرحمن بن عبد اللہ بن دینار کی متابعت کر رکھی ہے۔ ان کا تعارف درج ذیل ہے:

## اسماعیل بن جعفر الانصاری المدنی

یہ جزء احادیث اسماعیل بن جعفر کے مصنف ہیں اور صحیحین کے راوی ہیں۔ اور امام مالک کے ہم عصر اور ان کے بعد مدینہ کے سب سے بڑے ثقہ ائمہ و قراء میں سے ہیں۔

- امام یحیی بن معین نے فرمایا:" مَدَنيٌ ثقةٌ مأمون، قليل الخطأ، صدوق "(تاریخ ابن ابی خیثمہ:2/358)۔

- امام علی بن المدینی نے فرمایا: " ثقة"(تاریخ بغداد:6/218)۔
- امام ابن سعد نے فرمایا:"وكان ثقة"(طبقات ابن سعد:7/327)۔
- امام احمد بن حنبل نے فرمایا: " ثقة"(العلل روایۃ عبد اللہ:3195)۔
- امام ابوزرعہ رازی نے فرمایا:"مديني ثقة"(الجرح والتعدیل:2/163)۔
- امام ابن حبان نے انہیں اپنی کتاب الثقات میں ذکر کیا(3/202)۔
- امام نسائی نے فرمایا: " ثقة"(تہذیب الکمال:3/59)۔
- امام ابویعلی الخلیلی نے فرمایا:" روى عن مالك أحاديث , وهو يشاركه في أكثر شيوخه , ثقة "انہوں نے امام مالک سے احادیث نقل کی ہیں، اور انہوں نے امام مالک کے کئی شیوخ میں ان سے اشتراک کیا ہے، وہ ثقہ ہیں(الارشاد:1/229)۔
- امام ذہبی نے فرمایا:"الإمام الحافظ الثقة"(سیر اعلام النبلاء:8/228)۔

اور فرمایا:" من كبار علماء المدينة في القرآن والحديث... وكان أقرأ من بقي بالمدينة بعد نافع"وہ قرآن اور حدیث میں مدینہ کے کبار علماء میں سے تھے۔۔۔وہ نافع کے بعد مدینہ میں باقی رہنے والے تمام لوگوں میں سب سے بڑے قاری تھے۔(تاریخ الاسلام:4/579)۔

- حافظ ابن حجر نے فرمایا:" ثقة ثبت "(تقریب:431)۔

## اس طریق کے متن پر بحث:

1. اس واقعے کے ثبوت کے اعتبار سے یہ روایت باقی تمام روایات کے موافق ہے۔
2. رسول اللہ ﷺ کا علی، فاطمہ، اور حسنین رضی اللہ عنہم کو اپنی دعا میں شامل کرنا، اور اپنے اہل بیت میں شمار کرنا بھی باقی تمام روایات کے موافق ہے۔
3. اس روایت کے جن الفاظ پر اختلاف ہے وہ صرف ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے سوال تک محدود ہے۔ چنانچہ اس طریق میں جو الفاظ ہیں وہ درج ذیل ہیں:

"قالت أم سلمة: فقلت: يا رسول الله أما أنا من أهل البيت؟ قال: "بلى إن شاء الله".

ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: اے رسول اللہ ﷺ کیا میں اہل بیت میں سے نہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "بالکل ہو، ان شاء اللہ۔"

جبکہ اس طریق کے جو دوسرے الفاظ ہیں وہ اس سے تھوڑے مختلف ہیں لیکن معنی کے اعتبار سے ایک ہی ہیں۔ اس کے الفاظ ہیں:

قالت أم سلمة: يا رسول الله، ما أنا من أهل البيت؟ قال: «إنك أهلي خير وهؤلاء أهل بيتي اللهم أهلي أحق»

ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: اے رسول اللہ ﷺ کیا میں اہل بیت میں سے نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "بے شک آپ میرے خیر اہل میں سے ہیں، یہ میرے اہل بیت ہیں، اے اللہ میرے گھر والے زیادہ حق دار ہیں (کہ انہیں بھی پاک کیا جائے)"۔

اس روایت کے تحت امام بیہقی فرماتے ہیں:

" وهذا يؤكد ما ذكرنا من دخول آله وأزواجه في أهل بيته وعلينا محبة جميعهم وموالاتهم في الدين"

"اور یہ اس بات کی تاکید کرتا ہے جسے ہم نے ذکر کیا کہ آپ ﷺ کی آل اور ان کی ازواج ان کے اہل بیت میں شامل ہیں۔ اور ہم پر ان سب کی محبت اور تائید دین میں لازم ہے۔"

نیز اس طریق کے الفاظ سے دیگر روایات میں مذکور الفاظ: "إنك علي خير" کی بھی وضاحت و تطبیق ہو جاتی ہے۔ اس طرح کے ان الفاظ سے مراد یہ ہے کہ اے ام سلمہ آپ پہلے سے ہی بھلائی پر ہو کیونکہ قرآن نے آپ کو میرے اہل بیت میں شمار کر کے آپ کی تطہیر کا ارادہ کر دیا ہے، اور اب آپ کو اس دعا میں شامل ہونے کی ضرورت ہی نہیں۔ نیز اس روایت کی رُو سے یہ ثابت ہو گیا کہ انہیں بھلائی پر کہنے کے باوجود نبی اکرم ﷺ نے ان کے اہل بیت میں سے

ہونے کا اقرار کیا ہے۔ چنانچہ دیگر روایات میں ان کا" إنك علي خير "کہنا اس اقرار کے منافی نہیں ہوا۔

## 5- تخریج طریق عبد اللہ بن وہب عن ام سلمہ

أخرجه الطبراني في الكبير (٥٣/٣ ح ٢٦٦٣) قال حدثنا بكر بن سهل الدمياطي (متوسط)، ثنا جعفر بن مسافر التنيسي (صدوق)، ثنا ابن أبي فديك (صدوق)، ح

وأخرجه الطبراني في موضع آخر في المعجم الكبير (٣٠٨/٢٣ ح ٦٩٦) عن محمد بن محمد بن عقبة الشيباني (ثقة جليل القدر)، ثنا الحسن بن علي الحلواني (ثقة حافظ)، ثنا محمد بن خالد بن عثمة (صالح الحديث)، ح

وأخرجه الطحاوي في شرح مشكل الآثار (٢٣٧/٢ ح ٧٦٣) قال حدثنا أبو أمية (ثقة)، ح وأخرجه الطبري في التفسير (٢٦٦/٢٠) قال حدثنا أبو كريب (ثقة حافظ)، كلاهما (أبو أمية وأبو كريب) قالا: حدثنا خالد بن مخلد القطواني (صدوق)،

ثلاثتهم (ابن أبي فديك، وابن عثمة، وخالد بن مخلد) قالوا:

ثنا موسى بن يعقوب الزمعي، عن هاشم بن هاشم، عن عبد الله بن وهب بن زمعة، عن أم سلمة (وفي رواية أبي كريب قال: أخبرني أم سلمة) أن رسول الله صلى الله عليه وسلم جمع فاطمة وحسنا وحسينا رضي الله عنهم ثم أدخلهم تحت ثوبه، ثم قال: «اللهم هؤلاء أهل بيتي» . قالت أم سلمة: قلت: يا رسول الله أدخلني معهم. قال: «إنك من أهلي»

ام سلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فاطمہ، حسن، اور حسین رضی اللہ عنہم کو جمع کیا پھر انہیں اپنے ثوب کے اندر داخل کیا اور فرمایا: "اے اللہ یہ (بھی) میرے اہل بیت ہیں"۔ ام سلمہ نے فرمایا: میں نے کہا: اے رسول اللہ ﷺ مجھے بھی ان میں داخل کر دیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "بے شک آپ (پہلے سے) میرے اہل میں شامل ہیں"

## رجال کا تعارف:

اس تخریج سے معلوم ہوا کہ مختلف صحیح وحسن اسانید سے تین الگ ثقہ وصدوق لوگوں نے اسے درج ذیل سند سے روایت کرنے میں ایک دوسرے کی متابعت کی ہے:

موسى بن يعقوب الزمعي، عن هاشم بن هاشم، عن عبد الله بن وهب بن زمعة، عن أم سلمة

یہ اسناد حسن درجے کی ہے اور اس کے رجال ثقات ہیں۔ ان کا تعارف درج ذیل ہے:

### موسی بن یعقوب الزمعی

یہ سنن اربعہ کے راوی ہیں۔ ان پر ہلکی سی جرح منقول ہے، البتہ عدم نکارت کی صورت میں یہ حسن الحدیث ہیں۔ مزید یہ کہ یہ صاحب حدیث یعنی عبد اللہ بن وہب بن زمعہ کے پوتے بھی ہیں، چنانچہ وہ ان کی حدیث کو دوسروں سے زیادہ جانتے ہوں گے۔ اور عام قاعدہ ہے کہ راوی کے گھر والے اس کی روایت سے باقیوں کی نسبت زیادہ واقف ہوتے ہیں۔

- امام یحیی بن معین فرماتے ہیں:" ثقة "(الجرح والتعدیل:8/168)۔

- امام ابن حبان نے انہیں کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے(4/287)۔
- امام ابن عدی نے نسائی سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا:" ليس بالقوي "جو کہ جرح غیر فاسد ہے، اور پھر اس کے باوجود امام ابن عدی فرماتے ہیں:" ولموسى بْن يَعْقُوب غير ما ذكرت من الحديث أحاديث حسان يروي عَنْهُ بْن أَبِي فديك وخالد بْن مخلد، وَهو عندي لا بأس بِهِ وبرواياته "موسیٰ بن یعقوب کے ذکر کردہ احادیث کے علاوہ بھی حسن احادیث ہیں جنہیں ان سے ابن ابی فدیک اور خالد بن مخلد نے روایت کیا ہے، اور میرے نزدیک ان میں اور ان کی روایات میں کوئی حرج نہیں ہے(الکامل لابن عدی:8/58)۔
- امام ابوداود فرماتے ہیں:" صالح، قد روى عنه ابن مهدي، ولَهُ مشايخ مجهولون "وہ نیک تھے ان سے عبدالرحمن بن مہدی نے روایت کی ہے، ان کے مشائخ میں مجہول لوگ تھے(تہذیب الکمال:29/172)۔

**نوٹ:** امام ابن مہدی اپنے نزدیک صرف ثقہ سے روایت کرتے تھے، اسی لئے ابوداود نے ان کے روایت کرنے کو یہاں بطور خاص نقل کیا ہے۔

ابوداود کے اس قول سے یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ ان پر جرح اس لئے کی گئی کیونکہ ان کے مشائخ میں مجہول لوگ شامل تھے، چنانچہ ان کی غلط حدیثوں کی وجہ سے

موسی زمعی پر الزام آگیا۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب وہ ثقہ رواۃ سے حدیث بیان کریں تو ان میں کوئی حرج نہیں ہو گا، ان شاء اللہ۔

- حافظ ابن القطان الفاسی فرماتے ہیں: "ثقة" (تہذیب التہذیب: 10 / 378)۔
- حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے انہیں "من تكلم فيه وهو موثق" میں ذکر کیا اور کہا: "صالح الحديث" (ص 183 ت 346)، اور دوسری جگہ فرمایا: " فيه لين " (الکاشف: 5744)۔
- امام علی بن المدینی فرماتے ہیں: " ضعيف الحديث، منكر الحديث " (تہذیب الکمال: 29/ 172)۔
- امام ابن خزیمہ نے ان سے اپنی صحیح میں حجت لی ہے (ح 419)۔

اس تفصیل کے معلوم ہوا کہ موسی بن یعقوب الزمعی صدوق تھے اور بعض اوقات غلطیاں کرتے تھے، چنانچہ ان کی ہر حدیث میں تتبع واستقراء سے حکم لگایا جائے گا۔ ان کی یہ حدیث مستقیم ہے اور اس میں کوئی نکارت بظاہر معلوم نہیں ہوتی ہے۔ اور وہ اپنے خاندان کی حدیث کو زیادہ بہتر جاننے والوں میں سے ہیں، نیز ان کی یہ روایت باقی ثقات کے عین موافق ہے۔ چنانچہ یہاں ان کی یہ روایت حسن صحیح ہے، ان شاء اللہ۔

## ہاشم بن ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص الزہری القرشی المدنی

یہ صحیحین اور سنن اربعہ کے راویوں میں سے ہیں، اور ثقہ ہیں۔ چنانچہ موسی بن یعقوب پر جو جرح اس وجہ سے کی گئی کہ ان کے مشائخ میں مجہول لوگ شامل ہیں، وہ یہاں پر لاگو نہیں ہوتی۔

- امام یحیی بن معین فرماتے ہیں:" ثقة"(الجرح والتعدیل:9/103)۔
- امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:" ليس به بأس"(الجرح والتعدیل: 9/103)۔
- امام ابن حبان نے انہیں کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے(4/372)۔
- امام نسائی نے فرمایا:" ثقة"(تہذیب الکمال:30/138)۔
- امام عجلی نے فرمایا:"مدني ثقة"(الثقات:1715)۔
- حافظ ذہبی نے فرمایا:"ثقة"(الکاشف:5932)۔
- حافظ ابن حجر نے فرمایا:"ثقة"(التقریب:7258)۔

## عبد اللہ بن وہب بن زمعہ

یہ کبار تابعین میں سے ہیں اور ثقہ ہیں۔ ان کی والدہ محترمہ قریبۃ ام المؤمنین سیدہ ام سلمۃ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں۔ لہذا ان کی یہ روایت اپنی خالہ سے ہے۔

- امام ابن حبان نے انہیں کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے (2/285)۔
- امام ذہبی نے فرمایا: " ثقة "(الکاشف:3047)۔
- حافظ ابن حجر نے فرمایا: " ثقة "(التقریب:3693)۔
- امام ترمذی وحاکم وغیرہ نے ان کی احادیث کی تحسین وتصحیح کی ہے۔

چنانچہ یہ اسناد اعلی درجے کی حسن لذاتہ ہے۔

## متن پر بحث:

1- اس طریق کا متن باقی روایات کے عین موافق ہے۔ اور اس میں کوئی نکارت نہیں ہے۔

2- اس روایت میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے، البتہ عدم ذکر نفی کو مستلزم نہیں ہے۔ علی رضی اللہ عنہ کے ذکر کو باقی رواۃ نے محفوظ رکھا ہے۔ لہٰذا یہاں ان کا ذکر نہ ہونا مضر نہیں ہے۔

3- اس روایت میں بھی رسول اللہ ﷺ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اہل بیت میں شمار کیا ہے۔ نیز "إنك علي خير "اور"إنك من أهلي "میں تطبیق پیش کر دی گئی ہے کہ یہ دونوں الفاظ ایک دوسرے کے مخالف نہیں ہیں۔

## 6- تخریج طریق ابوعطیہ الطفاوی عن ام سلمہ

اس طریق کو درج ذیل لوگوں نے روایت کیا ہے:

- محمد بن جعفر الهذلي المعروف بغندر (ثقة)

(أخرجه أحمد في فضائل الصحابة (٩٨٦) ومن طريقه رواه ابن عساكر في تاريخ دمشق (٢٠٢/١٣)، قال عبد الله بن أحمد: حدثني أبي، قثنا محمد بن جعفر)

- جعفر بن سليمان الضبعي البصري (صدوق زاهد، يتشيع)

(أخرجه الطبراني في الكبير (٣٩٣/٢٣ ح ٩٣٩) قال حدثنا العباس بن الفضل الأسفاطي (صدوق)، ثنا أبو ظفر عبد السلام بن مطهر (ثقة)، ثنا جعفر بن سليمان)

- أبو أسامة حماد بن أسامة (ثقة ثبت)

(أخرجه الطبراني في الكبير (٣٩٣/٢٣ ح ٩٣٩) قال حدثنا عبيد بن غنام (ثقة)، ثنا أبو بكر بن أبي شيبة، ثنا أبو أسامة ح

وأخرجه عبد الرحمن بن عساكر في "الأربعين في مناقب

أمهات المؤمنين" (ص ٩٢)، قال: أخبرني عمي الإمام الحافظ (أبو القاسم ابن عساكر) رحمه الله أنا أبو بكر محمد بن عبد الباقي البزاز (ثقة) رحمه الله أنا الجوهري (أبو محمد الحسن بن علي بن محمد) (ثقة) أنا أبو عمر بن حيويه (محمد بن العباس بن محمد بن زكريا) (ثقة) أنا أحمد بن معروف (بن بشر بن موسي) (ثقة) أنا الحسين بن الفهم (راوي الطبقات عن ابن سعد، الحافظ العلامة الأخباري) أنا ابن سعد كاتب الواقدي (ثقة حافظ) أنا أبو أسامة)

- هوذة بن خليفة البصري الأصم (صدوق)

(أخرجه الطبراني في (٣/٥٤ ح ٢٦٦٧) قال حدثنا محمد بن العباس المؤدب (ثقة)، حدثنا هوذة بن خليفة)

- عبد الوهاب بن عطاء الخفاف (صدوق ربما أخطأ)

(أخرجه أبو بكر الأنباري في "حديث أبي بكر الأنباري" (ص ١١٠ ح ١٠٩) قال حدثنا ابن أبي العوام (صدوق) قثنا عبد الوهاب بن عطاء)

- سفيان بن حبيب البصري (ثقة)

(أخرجه الدولابي في "الذرية الطاهرة النبوية" (ص ١٠٩ ح ٢٠٣) قال حدثنا يزيد بن سنان (ثقة)، حدثنا أحمد بن أيوب الشعيري (مقبول)، حدثنا سفيان بن حبيب)

نیز ان چھ ثقہ راویوں نے اس طریق کو درج ذیل سند سے روایت کیا ہے:

عن عطية أبي المعذل الطفاوي، عن أبيه، قال: أخبرتني أم سلمة، أن النبي صلى الله عليه وسلم كان عندها وفي بيتها ذات يوم فجاءت الخادم فقالت: إن عليا وفاطمة بالسدة، فقال: «تنحي لي عن أهل بيتي» ، فتنحيت في ناحية البيت وجاء علي وفاطمة وحسن وحسين وهما صبيان صغيران، فأخذ حسنا وحسينا ووضعهما في حجره، وأخذ عليا بإحدى يديه فضمه إليه، وغدق عليهم قطيفة سوداء ثم، قال: «اللهم إليك لا إلى النار أنا وأهل بيتي» ، قالت: فناديته، فقلت: وأنا يا رسول الله، قال: «وأنت»

## رجال کا تعارف:

اس تخریج سے معلوم ہوا کہ ثقات کی ایک جماعت نے اسے درج ذیل سند سے روایت کیا ہے:

عوف بن أبي جميلة عن عطية أبي المعذل الطفاوي، عن أبيه، قال: أخبرتني أم سلمة

اس کی سند میں ضعف ہے۔ اس میں دو علتیں موجود ہیں:

1- عطیہ ابو المعذل الطفاوی ضعیف ہے۔

امام ابن حبان نے انہیں کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے (2/ 411)۔

امام ساجی نے انہیں ضعیف جدا کہا ہے (الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستہ: 7/ 150، ولسان المیزان: 5240)۔

ابو الفتح الازدی نے بھی ضعیف جدا کہا ہے (ایضا)۔

2- عطیہ کے والد مجہول ہیں۔

البتہ واقعے کے اجمالی ثبوت کے اعتبار سے یہ روایت صحیح ہے، اگرچہ الفاظ میں اختلاف ہوا ہے۔ لہٰذا اس روایت کو مکمل طور پر رد کرنے کی بجائے جو چیزیں ثقات کی روایت کے موافق ہیں انہیں بطور شاہد ومتابعت لیا جائے گا۔

## 7- تخریج طریق ابو سعید عن ام سلمہ

اس طریق کو درج ذیل لوگوں نے روایت کیا ہے:

- عبد الله بن داود الخريبي (ثقة عابد)

  (أخرجه أبو يعلي (٦٨٨٨) ومن طريقه رواه ابن عساكر في تاريخ دمشق (٢٠٦/١٣)، قال حدثنا محمد بن إسماعيل بن أبي سمينة (ثقة)، حدثنا عبد الله بن داود)

- مالك بن إسماعيل بن درهم أبو غسان النهدي (ثقة متقن)

  (أخرجه ابن أبي خيثمة في السفر الثاني من تاريخ ابن أبي خيثمة (٢٩٨١) قال حدثنا مالك بن إسماعيل، ح وأخرجه أبو بكر الشافعي في الغيلانيات (٢٥٩) – ومن طريقه رواه عبد الرحمن ابن عساكر في الأربعين في مناقب أمهات المؤمنين (ص ١٠٥) – قال حدثني إسحاق

بن الحسن بن ميمون الحربي (ثقة)، ثنا أبو غسان، ح
وأخرجه الطحاوي في شرح مشكل الآثار (٧٦٨) قال حدثنا
فهد (ثقة ثبت)، حدثنا أبو غسان)

- عبد الله بن صالح العجلي (ثقة)

(أخرجه أبو نعيم في معرفة الصحابة (٧٤١٨) قال حدثنا
محمد بن أحمد بن الحسن (ابن الصواف) (ثقة مأمون)،
ثنا بشر بن موسى (ثقة حافظ)، ثنا عبد الله بن صالح
العجلي)

ان تینوں ثقہ راویوں نے اسے درج ذیل سند سے روایت کیا ہے:

حدثنا فضيل عن عطية، عن أبي سعيد (وزاد في رواية أبي
بكر الشافعي وأبي نعيم: الخدري)، عن أم سلمة:

أَنّ النَّبِيَّ صلي الله عليه وسلم غَطَّى عَلَى عَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ وَحَسَنٍ
وَحُسَيْنٍ كِسَاءً، ثُمَّ قَالَ: " هَؤُلاءِ أَهْلُ بَيْتِي، إِلَيْكَ لا إِلَى النَّارِ "،
قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَأَنَا مِنْهُمْ؟ قَالَ: " لا،
وَأَنْتِ عَلَى خَيْرٍ " (لفظ أبي يعلي).

وفي رواية أبي بكر الشافعي والطحاوي وغيره: عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: نَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ فِي بَيْتِي: (إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا)، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَسْتُ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ؟ قَالَ: " إِنَّكَ إِلَى خَيْرٍ، إِنَّكِ مِنْ أَزْوَاجِ رَسُولِ اللَّهِ "، قَالَتْ: وَأَهْلُ الْبَيْتِ: رَسُولُ اللَّهِ صلي الله عليه وسلم وَعَلِيٌّ، وَفَاطِمَةُ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ.

## حکم الاسناد:

اس تخریج سے معلوم ہوا کہ رواۃ کی ایک جماعت نے اسے درج ذیل سند سے روایت کیا ہے:

فضيل بن مرزوق، عن عطية، عن أبي سعيد، عن أم سلمة

اور بعض روایات میں ابو سعید کے ساتھ الخذری کا اضافہ ہے۔ لیکن یہاں یہ اضافہ درست نہیں ہے۔

یہ سند ضعیف ہے۔ اس میں دو علتیں ہیں:

1- عطیہ العوفی تدلیس الشیوخ کے قائل تھے۔ چنانچہ وہ اکثر محمد بن سائب الکلبی سے حدیث لیتے اور اس کی کنیت (ابو سعید) بیان کرتے جس سے لوگوں کو شک ہو تا کہ یہ ابو سعید الخذری صحابی ہیں۔

2- اس اعتبار سے یہاں ابو سعید سے مراد محمد بن السائب الکلبی کے ہونے کا قوی امکان ہے جو کہ متروک رافضی ہے۔

## 8- تخریج طریق عمرۃ بنت افعی عن ام سلمہ

أخرجه الطحاوي في شرح مشكل الآثار (٧٦٥) قال حدثنا الحسين بن الحكم الحبري الكوفي (وثقه الدارقطني)، حدثنا مخول بن مخول بن راشد الحناط (صدوق رافضي)، حدثنا عبد الجبار بن عباس الشبامي (صدوق يتشيع)، عن عمار الدهني (صدوق يتشيع)، عن عمرة بنت أفعى (مجهولة)، عن أم سلمة

وأخرجه أيضا في (٧٧٢) وقال: حدثنا فهد (ثقة)، حدثنا سعيد بن كثير بن عفير (صدوق)، حدثنا ابن لهيعة (ضعيف)، عن

أبي صخر (صدوق يهم)، عن أبي معاوية البجلي (وهو عمار الدهني)، عن عمرة الهمدانية قالت: أتيت أم سلمة فسلمت عليها فقالت: من أنت؟ فقلت: عمرة الهمدانية فقالت عمرة: يا أم المؤمنين أخبريني عن هذا الرجل الذي قتل بين أظهرنا فمحب ومبغض تريد علي بن أبي طالب قالت أم سلمة أتحبينه أم تبغضينه؟ قالت: ما أحبه ولا أبغضه، فقالت: أنزل الله هذه الآية: {إنما يريد الله} [التوبة: 55] فذكرته

وأخرجه ابن عساكر في تاريخ دمشق (١٤/١٤٤) قال: أخبرنا أبو القاسم بن السمرقندي أنا أبو القاسم إسماعيل بن مسعدة أنا أبو القاسم حمزة بن يوسف أنا أبو أحمد عبد الله بن عدي أنا عمر بن سنان ح ،

أخبرناه عاليا على الصواب أبو عبد الله الخلال أنا أبو القاسم السلمي أنا أبو بكر بن المقرئ نا أبو محمد عبد الرحمن بن عبد الله بن أخي الإمام بحلب، كلاهما (عمر بن سنان وأبو محمد عبد الرحمن): نا إبراهيم بن سعيد (الجوهري) نا حسين

بن محمد (المروزي) عن سليمان بن قرم عن عبد الجبار بن العباس عن عمار الدهني عن عمرة عن أم سلمة

قالت نزلت هذه الآية في بيتي " إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت " وفي البيت سبعة رسول الله (صلى الله عليه وسلم) وجبريل وميكائيل وعلي وفاطمة والحسن والحسين. وفي رواية: " فقلت: يا رسول الله ألست من أهل البيت؟ قال: " إنك من أزواج النبي عليه السلام ""

وأخرجه الآجري في الشريعة (١٥٨٧) قال حدثنا ابن أبي داود (ثقة) أيضا قال: حدثنا سليمان بن داود المهري (ثقة) قال: حدثنا عبد الله بن وهب (ثقة حافظ) قال: حدثنا أبو صخر , عن أبي معاوية البجلي , عن سعيد بن جبير (ثقة ثبت), عن أبي الصهباء (صدوق حسن الحديث), عن عمرة الهمدانية قالت: أتيت أم سلمة فسلمت عليها فقالت: من أنت؟ فقلت: عمرة الهمدانية فقالت عمرة: يا أم المؤمنين أخبريني عن هذا الرجل الذي قتل بين أظهرنا فمحب ومبغض تريد علي بن أبي طالب قالت أم سلمة أتحبينه أم تبغضينه؟ قالت: ما أحبه ولا

أبغضه، فقالت: أنزل الله عز وجل {إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرا} [الأحزاب: 33] وما في البيت إلا جبريل ورسول الله صلى الله عليه وسلم وعلي وفاطمة والحسن والحسين رضي الله عنهما وأنا فقلت: يا رسول الله أنا من أهل البيت؟ قال: «أنت من صالحي نسائي» قالت أم سلمة: يا عمرة , فلو قال: «نعم» كان أحب إلي مما تطلع عليه الشمس وتغرب

## حکم الاسناد:

اس تخریج سے معلوم ہوا ہے کہ اس روایت کو عبدالجبار بن العباس اور ابو صخر حمید بن زیاد نے درج ذیل سند سے روایت کیا ہے:

عمار الدهني أبو معاوية البجلي (صدوق يتشيع) عن عمرة بنت أفعي عن أم سلمة

اور ابو صخر حمید بن زیاد نے ایک دوسری جگہ اسے درج ذیل سند سے روایت کیا ہے جس میں عمار الدہنی ابو معاویہ البجلی اور عمرة بنت افعی الهمدانیہ کے درمیان دو واسطوں کا اضافہ کیا ہے:

أبو معاوية البجلي , عن سعيد بن جبير (ثقة ثبت), عن أبي الصهباء (صدوق حسن الحديث), عن عمرة الهمدانية

ان اضافی واسطوں سے اس سند کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ وہ دونوں ثقہ راویوں کے اضافے ہیں۔ اس لئے دونوں میں سے جو سند بھی درست ہے، وہ عمرۃ الہمدانیہ تک حسن ہے۔

یہ سند ضعیف ہے کیونکہ عمرۃ بنت افعی مجہولہ ہیں۔ اس کے باقی رواۃ صدوق سے کم نہیں ہیں۔ جبریل و میکائیل کے ذکر کے ساتھ یہ منکر ہے۔ آجری کی روایت میں "یا عمرۃ۔۔۔" سے آگے کے الفاظ بھی منکر ہیں۔

البتہ اس واقعے کے اجمالی ثبوت و تقویت کے لئے یہ روایت قابل استشہاد ہے۔

## 9- تخریج طریق ام حبیبہ بنت کیسان عن ام سلمہ

أخرجه الطبراني في المعجم الكبير (٣٧٥/٢٣ ح ٨٣٩) قال: حدثنا الحسين بن إسحاق (التستري) (ثقة حافظ)، ثنا عمرو بن هشام الحراني (ثقة)، ثنا عثمان (بن عبد الرحمن الطرائفي) (ثقة)، عن القاسم بن مسلم الهاشمي (مجهول)، عن

أم حبيبة بنت كيسان (مجهولة)، عن أم سلمة، قالت: أنزلت هذه الآية {إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت} [الأحزاب: 33] ، وأنا في بيتي، فدعا رسول الله صلى الله عليه وسلم الحسن والحسين، فأجلس أحدهما على فخذه اليمنى، والآخر على فخذه اليسرى، وألقت عليهم فاطمة كساء، فلما أنزلت {إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت} [الأحزاب: 33] ، قلت: وأنا معكم يا رسول الله؟، قال: «وأنت معنا»

## حکم الاسناد:

اس سند کے تمام رجال ثقہ ہیں سوائے دو کے:

1- القاسم بن مسلم الہاشمی

2- ام حبیبہ بنت کیسان

اور دونوں ہی مجہول الحال ہیں۔

یہاں پر ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایات کے تمام طرق اختتام کو پہنچتے ہیں۔ آیئے اب ان تمام طرق کی روشنی میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا حکم واضح کرتے ہیں۔

## حکم حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا

اس تخریج کے بعد معلوم ہوا کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اس حدیث کو درج ذیل تابعین نے روایت کیا ہے:

1- عطاء بن ابی رباح عن رجل—وعطاء ثقہ امام اور ان تک سند صحیح ہے۔

2- ابو لیلی الکندی—ثقہ اور ان تک سند صحیح ہے

3- شہر بن حوشب—صدوق حسن الحدیث اور ان تک سند صحیح ہے

4- عطاء بن یسار- ثقہ اور ان تک سند صحیح ہے

5- عبد اللہ بن وہب بن زمعہ—ثقہ اور ان تک سند حسن ہے

6- ابو عطیہ الطفاوی—مجہول الحال اور ان تک سند میں ضعف ہے

7- ابو سعید الکلبی—متروک

8- عمرۃ بنت افعی—مقبولہ اور ان تک سند حسن ہے۔

9- ام حبیبہ بنت کیسان—مجہولہ، اور ان تک سند میں ضعف ہے۔

چنانچہ اس حدیث کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ ان طرق میں بعض تفصیلات والفاظ میں اختلاف ضرور ہے لیکن اصل قصے یا فضیلت میں سب متفق ہیں، اور جن امور یا تفصیلات میں اختلاف ہے وہاں ہم اصح روایتوں کو ترجیح دیں گے۔ چنانچہ اس حدیث کی تفصیلات واختلافات کا ایک اجمالی خاکہ جو صحیح وحسن طرق سے ثابت ہوتا ہے وہ ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے (متن کے اختلاف واتفاق کو ہم ان روایتوں کی مذکورہ نمبرنگ سے واضح کریں گے)

روایت ہے کہ:

- "جب ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا علم ہوا تو انہوں نے اہل عراق پر لعنت بھیجتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے حسین کو شہید کر دیا ان پر اللہ کی مار ہو انہوں نے حسین کو دھوکہ دے کر تنگ کیا ان پر اللہ کی مار ہو" (3)

یہ اس روایت کی تمہید یا پس منظر ہے جو شہر کا ام سلمہ سے روایت کے وقت پیش آیا تھا، چنانچہ ضروری نہیں کہ باقی رواۃ نے بھی اسی پس منظر میں ام سلمہ سے یہ روایت لی ہو۔ لہذا ان کا اسے ذکر نہ کرنا بالکل مضر نہیں ہے۔ نقص وزیادت کا اعتبار روایت کے اصل متن پر ہوتا ہے نا کہ روایت کرنے والے سے پیش آنے والے پس منظر پر۔

مزید یہ کہ کوئی بھی اگر شہر بن حوشب رحمہ اللہ کی روایات پر مجموعی نظر ڈالے تو پائے گا کہ وہ اپنی روایات میں ان روایات تک پیش آنے والے پس منظر کا بھی ذکر کرتے ہیں کہ وہ روایت کب، کہاں، کیوں اور کیسے کہی گئی، جبکہ باقی رواۃ اکثر صرف اصل متن پر ہی اکتفاء کرتے ہیں۔ اور یہ شہر کی خوبی ہے اور ان کے حفظ کی نشانی ہے۔

**فائدہ:** ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر اس حدیث کو نقل کرنے کا مقصد اس حدیث سے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت کرنا ہے۔

- "ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: نبی اکرم ﷺ ان کے گھر میں موجود تھے"(1،2،3،4،6،7،8،9)
- "کہ حضرت فاطمہ ایک ہنڈیا لے کر آگئیں جس میں خزیرہ تھا، نبی علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ اپنے شوہر اور بچوں کو بھی بلالاؤ چنانچہ حضرت علی اور حضرات حسنین بھی آگئے اور بیٹھ کر وہ خزیرہ کھانے لگے"(1،2،3)

الفاظ میں ہلکے اختلاف کے ساتھ لیکن ان تینوں کا معنی ایک ہی ہے۔

**نوٹ:** دیگر روایتوں میں اختصار کے باعث صرف یہ بتایا گیا ہے کہ نبی نے اپنے گھر والوں کو جمع کیا، یا انہیں بلوایا(4،5،9)۔

- " نبی علیہ السلام اس وقت ایک چبوترے پر تھے نبی علیہ السلام کے جسم مبارک کے نیچے خیبر کی ایک چادر تھی "(1،2،3)
- "اور میں حجرے میں نماز پڑھ رہی تھی "(1)

یہ ایک اضافی تفصیل ہے جبکہ باقی روایتوں میں اختصار ہے۔ 1، اور 2 میں ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا نبی ﷺ کے جسم مبارک کے نیچے چادر تھی، جبکہ شہر کی روایت میں ہے کہ اپنے گھر والوں پر چادر اوڑھنے کے وقت نبی ﷺ نے ام سلمہ کے نیچے سے چادر کھینچی۔

ان دونوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ چادر نبی ﷺ کے نیچے تھی اور اس کا کچھ حصہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے نیچے بھی تھا جس کی وجہ سے انہیں چادر کا وہ حصہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے نیچے سے نکالنا پڑا۔ اور ہم جانتے ہیں کہ نبی ﷺ کے ہجرات اتنے چھوٹے ہوتے تھے کہ حدیث میں آتا ہے کہ نماز فجر کے دوران جب عائشہ رضی اللہ عنہا ٹانگیں بچھا کر سوئی ہوتیں تو نبی ﷺ کو سجدہ کرنے کے لئے

بھی انہیں اشارہ کرنا پڑتا تھا جس پر وہ سُکر جاتیں اور پھر نبی اکرم ﷺ سجدہ کرتے، دیکھیں صحیح بخاری، ح1209۔

- "تو اس دوران اللہ نے نبی ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی:{إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرا} [الأحزاب: 33]"
- یا یہ کہ "یہ آیت: {إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرا} میرے گھر میں نازل ہوئی" (1، 2، 3، 4، 7، 8، 9)
- " اس کے بعد نبی علیہ السلام نے چادر کا بقیہ حصہ لے کر ان سب پر ڈال دیا اور اپنا ہاتھ باہر نکال کر آسمان کی طرف اشارہ کرکے دعا کی" (1، 2، 3)۔

یہ بھی ایک اضافی تفصیل ہے، اور باقی روایتوں میں اختصار ہے۔

دیگر روایتوں میں مختصراً یہ کہا گیا ہے کہ:

- "نبی ﷺ نے ان کو اپنی چادر میں داخل کیا" (5)، یا
- "آپ ﷺ نے ان پر کالے رنگ کا ایک موٹا کپڑا بچھایا" (6)، یا
- "ان پر کساء یعنی کپڑا اوڑھا" (7)

- اور آپ ﷺ نے دعا کی: " اللهم هؤلاء أهل بيتي وخاصتي، فأذهب عنهم الرجس، وطهرهم تطهيرا، اللهم هؤلاء أهل بيتي وخاصتي، فأذهب عنهم الرجس، وطهرهم تطهيرا"(1،2،3)
- " اللهم إن هؤلاء ذريتي وأهل بيتي فأذهب الرجس عنهم وطهرهم تطهيرا"(3)

اور بعض روایات میں اختصار کے پیش نظر صرف یہ الفاظ مروی ہیں:

- " هؤلاء أهلي"(4)یا
- " اللهم هؤلاء أهل بيتي"(5)

اور(6)،(7)میں ان الفاظ کی متابعت کے ساتھ ساتھ بعض دوسرے الفاظ بھی مروی ہیں، جو سندا صحیح نہیں ہیں۔

- ام سلمہ کہتی ہیں:" میں نے اس کمرے میں اپنا سر داخل کرکے عرض کیا یا رسول اللہ میں بھی تو آپ کے ساتھ ہوں؟"(1)

شہر کی روایت میں ہے کہ ام سلمہ نے کہا:"میں نے چادر میں اپنا سر داخل کرکے عرض کیا۔۔۔"(3)

ان دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ کمرے کا سائز چھوٹا ہونے کی وجہ سے ام سلمہ نے جب کمرے کے باہر سے اپنا سر اندر کیا تو چادر تک بھی رسائی ہو گئی، یوں یہ

دونوں الفاظ درست ہوں گے کہ آپ نے کمرے میں بھی سر داخل کیا اور وہیں سے چادر میں بھی داخل کیا۔

دیگر روایات میں اختصار ہونے کی وجہ سے صرف ام سلمہ کا یہ سوال ذکر ہوا ہے کہ:

- "یارسول اللہ میں بھی تو آپ کے ساتھ ہوں؟"(1،9)یا
- "اے اللہ کے رسول ﷺ کیا میں آپ کے اہل بیت میں سے نہیں ہوں"(3، 4،8)یا
- "یارسول اللہ ﷺ مجھے بھی ان میں داخل کریں!"(5)یا
- "اور میں یارسول اللہ ﷺ؟"(3،6)

ان سب کا معنیٰ ایک ہی ہے۔

## "إنك علي خير" کا معنی اور تطبیق، اور بعض شبہات کا ازالہ

یہاں تک تو تقریبا تمام روایات کے الفاظ ایک جیسے یا ہم معنی ہیں۔ لیکن سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے اس مذکورہ بالا سوال کے جواب میں نبی ﷺ نے جو الفاظ کہے ان میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اور یہ اختلاف دو بنیادی معانی پر مبنی ہے۔

اول یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے جوابا عرض کیا:

- " إنك إلى خير "یا" إنك علي خير "یعنی"(اے ام سلمہ) آپ خیر پر ہو"(1،3،7)

اور دوسرا یہ کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

- " بلى إن شاء الله"یعنی"بالکل(آپ بھی ان میں شامل ہیں)،ان شاء اللہ"(4)

اس دوسرے معنی پر مختلف الفاظ بھی مروی ہیں، لیکن ان سب کا بنیادی معنی یہی ہے، جیسے:

  - " قال: «بلى، فادخلي في الكساء» قالت: فدخلت في الكساء بعدما قضى دعاءه لابن عمه علي وابنيه، وابنته فاطمة رضي الله عنهم"یعنی نبی علیہ السلام نے فرمایا کیوں نہیں تم بھی چادر میں آجاؤ چنانچہ میں بھی نبی علیہ السلام کی دعاء کے بعد اس میں داخل ہو گئی(3)
  - " إنك من أهلي "یعنی بے شک آپ میرے اہل(بیت) میں سے ہیں(5)
  - " وأنت"یعنی اور آپ بھی(ان میں شامل ہیں)(6)

○ " وأنت معنا " "اور آپ بھی ہمارے ساتھ ہی ہیں "(9)

جبکہ بعض روایات میں ان دونوں معانی پر مشتمل الفاظ ملتے ہیں، یا وہ الفاظ جو ان دونوں معانی کا احتمال رکھتے ہیں، جیسے:

- " أنت من أزواج النبي عليه السلام وأنت على خير "یعنی آپ ازواج النبی ﷺ میں سے ہیں (جن پر آیت نازل ہوئی) اور (اس لئے) آپ تو خیر ہی پر ہیں۔ (روایت 3 طریق نمبر 4)
- " إنك أهلي خير "(4)

بعض جہلاء نے صرف ان الفاظ کے اختلاف کی بنیاد پر ہی اس ساری روایت اور اس سارے قصے کو ہی اصلا غیر ثابت کہہ دیا ہے۔ اور ایسا انہوں نے اس طرح کیا کہ پہلے انہوں نے " إنك علي خير "کے الفاظ کو اپنی طرف سے ایک مطلب دے دیا، اور پھر اس کی بنیاد پر اس سارے قصے کا انہوں نے انکار کر دیا۔ ان کے اعتراضات کا خلاصہ درج ذیل ہیں:

- " إنك علي خير "سے مراد یہ ہے کہ آپ خیر پر ہو لیکن آپ اہل بیت میں شامل نہیں ہو۔ پس اسی لئے انہیں دعاء میں شامل نہیں کیا گیا۔

- اس مذکورہ معنی کی بنیاد پر کہتے ہیں کہ یہ روایت قرآن کے خلاف ہے جس میں نبی ﷺ کی ازواج کو اہل بیت میں شمار کیا گیا ہے، اور آیت کا نزول ہی انہی کے لئے ہوا۔
- اور چونکہ یہ روایت قرآن کے صریح خلاف ہے اس لئے یہ منکر و موضوع ہے۔

## جواب:

اول تو یہ کہ اس قصے کے اجمالی بیانیے پر تمام صحیح و حسن طرق مشترک و ہم معنی ہیں۔ اور صرف اس ایک حصے پر بظاہر معنوی اختلاف ہے۔

چنانچہ ایسا بھی نہیں کہ اس آخری ٹکرے پر تمام رواۃ کا بیان مشترک ہے، بلکہ "بلي" اور "وأنت من أهلي" جیسے الفاظ بھی اسی روایت کے راویوں نے ہی نقل کئے ہیں۔

تو اس پورے قصے کا انکار محض اس بنیاد پر کر دینا بہت بڑی حماقت ہے کہ رواۃ کے باہمی اختلاف کے باوجود وارد ہونے والے غیر واحد الفاظ میں سے ایک لفظ کا معنی آپ کی عقل کے مطابق قرآن کے خلاف ہے!!

ایک قصے کی روایت میں جب تمام راویوں نے اتفاق کیا ہو اور اس کے بعض الفاظ یا تفصیل میں ان کا اختلاف ہو جائے تو اس سے پورے قصے کا انکار ہر گز نہیں کیا جا سکتا،

بلکہ صرف ان اختلافی الفاظ میں تحقیق کے بعد ان میں یا تو تطبیق دی جائے گی، یا ان میں سے ایک لفظ کو ترجیح دی جائے گی، یا پھر ترجیح کے دلائل نہ ملنے کی صورت میں ان الفاظ سے توقف کیا جائے گا۔

اس وضاحت کے بعد عرض ہے کہ محدثین کے ہاں اس روایت کے الفاظ " إنك علي خير "اور"وأنت معنا"کے حل میں تین گروہ ہیں:

1- اول وہ جو ان دونوں الفاظ کو ایک دوسرے کے مخالف تصور کرتے ہیں۔ تو انہوں نے ان میں سے دوسرے الفاظ " وأنت معنا"اور اس کے ہم معنی الفاظ کو ترجیح دیتے ہوئے" إنك علي خير "کے الفاظ کو رد کیا ہے۔ لیکن اس قصے کے مشترک حصے کا انکار انہوں نے نہیں کیا۔ ان میں امام بیہقی وغیرہ شامل ہیں (السنن الکبری:2/214)۔
2- دوسرے وہ جنہوں نے ان دونوں قسم کے الفاظ میں تطبیق دیتے ہوئے ان کو ایک دوسرے کے اور قرآن کے عین موافق قرار دیا ہے۔ اور ان دونوں کو صحیح کہا ہے۔
3- اور تیسرے وہ جنہوں نے ان دونوں قسم کے الفاظ میں باہم اضطراب کی وجہ سے ان دونوں سے توقف کیا ہے۔ لیکن انہوں نے بھی اس قصے کے مشترک حصے

کے ثبوت کا انکار ہر گز نہیں کیا ہے۔ یہ قول بظاہر امام ابن تیمیہ کا معلوم ہوتا ہے (منہاج السنہ: 7/70)۔

## ترجیح:

چنانچہ، اگر ہم ترجیح والی راہ اختیار کریں جیسا کہ پہلے گروہ کے محدثین نے کی ہے تو ہمیں اس روایت میں " وأنت معنا" اور اس کے ہم معنی الفاظ کو ترجیح دے کر دوسرے الفاظ کو رد کرنا پڑے گا۔ کیونکہ ان الفاظ کو روایت کرنے والے اوثق اور تعداد میں اکثر ہیں، جبکہ " إنك علي خير "کے لفظ کو روایت کرنے والے صرف تین ہیں اور وہ سب ضعف سے خالی نہیں ہیں۔

چنانچہ اس طرح" إنك علي خير "والے الفاظ کو اس روایت میں ضعیف کہہ کر رد کیا جائے گا اور" وأنت معنا" اور اس کے ہم معنی الفاظ کو روایت میں ترجیح دی جائے گی۔ اور اس طرح ان الفاظ کی وجہ سے اعتراض کرنے والوں کا اعتراض اس روایت پر باقی نہیں رہے گا۔

## تطبیق:

شہر بن حوشب کی روایت کے تحت گزر چکا ہے کہ محدثین و مفسرین کی ایک جماعت نے ان دونوں الفاظ میں تطبیق دی ہے۔ وہ اس طرح کے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا اہل بیت میں شامل ہونا قرآن کی نص سے ثابت تھا، لیکن جب نبی اکرم ﷺ نے اس آیت قرآنی کی برکت میں فاطمہ، علی، اور حسنین کو بھی شامل کرنا چاہا تو ان کو بلا کر ان کے لئے بھی خاص دعاء کر دی۔ اسی لئے انہوں نے اپنی دعا میں بھی یہ الفاظ کہے ہیں کہ:" اللهم هؤلاء أهل بيتي وخاصتي"

تو ان کے ایسا کرنے پر جب ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان سے پوچھا: "اے اللہ کے رسول ﷺ کیا میں آپ کے اہل بیت میں شامل نہیں؟" تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "آپ (تو پہلے سے) بھلائی پر ہو" یعنی آپ کو اس آیت کی میں داخل ہونے کی کیا ضرورت ہے جبکہ یہ آیت نازل ہی ازواج النبی ﷺ پر ہوئی!

لہٰذا نبی ﷺ کی اس دعاء کا مقصد آیتِ تطہیر کی تحدید کرنا نہیں تھا کہ بس یہی پانچ میرے اہل بیت ہیں اور کوئی نہیں، بلکہ ان کا مقصد اس میں اپنے باقی اہل بیت کے لئے توسیع کرنا اور ان کا اضافہ کرنا تھا تاکہ وہ بھی اس فضیلت میں شامل ہو جائیں۔

- چنانچہ شیخ المفسرین امام ابو عبد اللہ القرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا:"فالآيات كلها من قوله:" يا أيها النبي قل لأزواجك"– إلى قوله–" إن الله كان

لطيفا خبيرا" منسوق بعضها على بعض، فكيف صار في الوسط كلاما منفصلا لغيرهن! وإنما هذا شي جرى في الأخبار أن النبي عليه السلام لما نزلت عليه هذه الآية دعا عليا وفاطمة والحسن والحسين، فعمد النبي صلى الله عليه وسلم إلى كساء فلفها عليهم، ثم ألوى بيده إلى السماء فقال: (اللهم هؤلاء أهل بيتي اللهم أذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا).
فهذه دعوة من النبي صلى الله عليه وسلم لهم بعد نزول الآية، أحب أن يدخلهم في الآية التي خوطب بها الأزواج "

ترجمہ: "یہ تمام آیات (اے نبی اپنی بیویوں سے کہہ دیجئے) سے لے کر (بے شک اللہ باریک بین اور ہر بات سے باخبر ہے) تک (الاحزاب:28-34) آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ جُڑی ہوئی ہیں، لہذا کلام کے بیچ میں آکر وہ نبی ﷺ کی بیویوں کے علاوہ کسی کے لئے کیسے الگ ہو سکتی ہیں!(یعنی ان کا تعلق بے شک نبی کی ازواج کے ساتھ ہے)۔ یہ تو ایک الگ بات ہے جو بعض اخبار میں آئی ہے کہ جب نبی ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی تو انہوں نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین (رضی اللہ عنہم) کو بلایا، پس نبی ﷺ اپنی چادر کی طرف بڑھے اور اسے ان کے اوپر اوڑھ دیا، پھر آپ نے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف دعا کے لئے اٹھایا اور

کہا: (اے اللہ، یہ میرے گھر والے ہیں۔ اے اللہ ان سے گندگی کو دور رکھ اور انہیں ایسی پاکیزگی عطا کر جو ہر طرح سے مکمل ہو)۔ تو نبی ﷺ کی طرف سے ان کے لئے یہ دعا اس آیت کے نزول کے بعد صادر ہوئی، نبی ﷺ نے یہ چاہا کہ وہ ان چاروں کو بھی اس آیت میں داخل کر دیں جس سے نبی کی بیویاں مخاطب کی گئی ہیں۔" (تفسیر القرطبی: 14/183-184)

- اسی طرح علامہ جلال الدین الدوّانی رحمہ اللہ (المتوفی 918ھ) فرماتے ہیں: "

سبب نزول الآية نساء النبي – صلى الله عليه وسلم – وفيهن نزلت. ويدل على ذلك ما قبلها وما بعدها من الآيات، وأن أهل البيت هو هن.... ولكن لما كان علي وفاطمة والحسن والحسين رضي الله عنهم من أهل البيت ولم يتناولهم لفظ الآية إلا بطريقة التغليب من ضمير {عنكم} و {يطهركم} أدخلهم النبي – صلى الله عليه وسلم – في حديث الكساء على سبيل البيان. فالدليل عليهم الحديث، وعليهن القرآن "

ترجمہ: "اس آیت کا سبب نزول نبی ﷺ کی بیویاں تھیں، اور انہیں کے لئے یہ آیت نازل ہوئی۔ اس بات کی دلیل اس آیت کی پہلی اور بعد والی آیات ہیں۔ اور یہ کہ اہل بیت سے مراد بھی وہی ہیں۔۔۔۔ لیکن چونکہ علی، فاطمہ، حسن اور

حسین (رضی اللہ عنہم) بھی اہل بیت میں سے ہیں اور اس آیت کے الفاظ میں ان کا شمول نہیں ہوتا سوائے اس طرح کے (عنکم) اور (یطھرکم) کی ضمیر کو طریقہ تغلیب کے ذریعے ان کے لئے بھی شمار کر لیا جائے۔ چنانچہ نبی ﷺ نے حدیث کساء میں ان چاروں حضرات کو اپنے بیان کے ذریعے اس میں شامل کر دیا۔ لہٰذا اُن کا اس میں داخل ہونے کی دلیل حدیثِ نبوی ہے، اور نبی کی بیویوں کا اس میں داخل ہونے کی دلیل قرآن ہے۔"

(الحجج الباهرة في إفحام الطائفة الكافرة الفاجرة: ص 218)۔

- علامہ جلال الدین الدّوانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:" وأما ما نقل أن أم سلمة لما نزلت الآية سألت النبي - صلى الله عليه وسلم - أن تكون من أهل البيت فقال لها النبي - صلى الله عليه وسلم -: «أنت على خير»، لا ينافي ذلك، يعني أنك نزل فيك القرآن أنك من أهل البيت، وهذا هو الخير الكثير الذي أشار إليه النبي - صلى الله عليه وسلم "

ترجمہ: "اور جو ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو انہوں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ کیا وہ اہل بیت میں سے ہیں، تو نبی ﷺ نے فرمایا: آپ بھلائی پر ہیں۔ یہ قول اس بات کے منافی نہیں کہ وہ اہل بیت میں سے

ہیں۔اس کا معنی یہ ہے کہ آپ پر ہی تو یہ آیت نازل ہوئی ہے اور آپ اہل بیت ہی میں سے ہیں، اور یہی وہ بہت زیادہ بھلائی ہے جس کی طرف نبی ﷺ نے اشارہ کیا ہے"

(الحجج الباهرة في إفحام الطائفة الكافرة الفاجرة: ص 218)۔

- اسی طرح شارح ترمذی علامہ عبد الرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ (انت علی خیر) کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"معناه أنت خير وعلى مكانك من كونك من أهل بيتي ولا حاجة لك في الدخول تحت الكساء كأنه منعها عن ذلك لمكان علي "

ترجمہ: "اس کا معنی یہ ہے کہ (اے ام سلمہ) آپ بھلائی پر ہیں اور آپ کا مکان متعین ہے اس طرح کہ آپ (پہلے سے ہی) میرے گھر والوں میں شامل ہیں، اور اس لئے آپ کو چادر کے اندر آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ گویا نبی ﷺ نے ان کو ایسا کرنے سے علی کے مکان کی وجہ سے روکا (کیونکہ وہ غیر محرم تھے)۔" (تحفۃ الاحوذی: 9/48)

- شیخ ابو سہل محمد بن عبد الرحمن المغراوی فرماتے ہیں: "وحديث الكساء وما في معناه غاية ما فيه توسيع دلالة الآية، ودخول علي وأهله

فيها كما بينه الحافظ ابن كثير وغيره"" حدیث کساء اور اس کے معنی کی روایات میں زیادہ سے زیادہ جو مقصد ہے وہ اس آیت کی دلالت میں توسیع کرتے ہوئے علی رضی اللہ عنہ اور ان کے گھر والوں کو ان میں شامل کرنا ہے جیسا کہ حافظ ابن کثیر وغیرہ نے واضح کیا ہے"(موسوعہ مواقف السلف فی العقیدہ والمنہج والتربیہ:10/ 396)

- نیز علامہ مودودی رحمہ اللہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:"بعض روایات میں جو یہ بات آئی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو نبی ﷺ نے اس چادر کے نیچے نہیں لیا جس میں حضور ﷺ نے ان چاروں اصحاب کو لیا تھا، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حضور ﷺ نے ان کو اپنے "گھر والوں" سے خارج قرار دیا تھا۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بیویاں تو اہل بیت میں شامل تھیں ہی، کیونکہ قرآن نے انہی کو مخاطب کیا تھا، لیکن حضور ﷺ کو اندیشہ ہوا کہ ان دوسرے اصحاب کے متعلق ظاہر قرآن کے لحاظ سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو جائے کہ یہ اہل بیت سے خارج ہیں، اس لئے آپ نے تصریح کی ضرورت ان کے حق میں محسوس فرمائی نہ کہ ازواج مطہرات کے حق میں۔"(تفہیم القرآن: تفسیر سورت الاحزاب: آیت 33)۔

- ان سب کی تائید میں ایک دلیل یہ بھی پیش کی جاتی ہے کہ ازواج النبی ﷺ کی تطہیر جب خود اللہ کے کلام سے ثابت ہو چکی، تو پھر نبی ﷺ کا دوبارہ ان کے لئے تطہیر کی دعاء مانگنے کا کیا مطلب بنتا ہے؟ لہٰذا اسی لئے اس حدیث میں " إنك علي خير "بول کر نبی ﷺ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی دیگر افراد اہل بیت سے تفریق کی ہے کیونکہ ان کی تطہیر اللہ کے قول میں شامل ہو چکی تھی، جبکہ دیگر اہل بیت کا اس تطہیر میں اضافہ بعد میں نبی ﷺ نے خود اپنی دعاء کے ذریعے کیا۔ لہٰذا ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا ان میں شامل ہونا ضروری نہیں تھا۔
- ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ثوب میں داخل نہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس وقت ثوب میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ تو ام سلمہ ان کے ساتھ کپڑے میں شامل کیسے ہو سکتی تھیں؟ اس لئے نبی ﷺ نے انہیں داخل ہونے سے یہ کہہ کر روکا بھی ہو کہ "آپ کی خیر ہے" تو بالکل معقول تھا۔ جبکہ شہر بن حوشب کی روایت میں ہے کہ ام سلمہ نبی ﷺ کے دعا سے فارغ ہونے کے بعد چادر میں داخل ہوئیں۔ تو اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ پہلی دفعہ انہیں کیوں چادر میں داخل نہ کیا گیا۔

"إنك علي خير" کے اس معنی کی وضاحت کی روشنی میں ہم اسی روایت کے دیگر الفاظ کو دیکھیں جن میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اہل بیت میں شمار کیا گیا ہے یعنی "أنت معنا" کے الفاظ، تو ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

پس ثابت ہوا، ان کچھ الفاظ کے ظاہری اختلاف کی وجہ سے اس پورے قصے کو یہ کہہ کر رد کرنا کہ یہ قرآن کے خلاف ہے بہت بڑی جہالت ہے۔

## حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہ پر محدثین وعلماء کے اقوال:

1- امام ترمذی نے شہر بن حوشب سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے تحت فرمایا:" هذا حديث حسن صحيح "(سنن ترمذی:3871)۔

2- امام حاکم رحمہ اللہ نے فرمایا:"هذا حديث صحيح على شرط البخاري ولم يخرجاه"(المستدرک:3558)۔

اور امام بیہقی فرماتے ہیں کہ امام حاکم نے فرمایا:" هذا حديث صحيح سنده ثقات رواته "(الاعتقاد:ص327،والسنن الکبری:2861)۔

3- امام طحاوی نے اس حدیث پر مکمل باب باندھا اور اس سے استدلال کیا ہے (شرح مشکل الآثار:2/235-247)۔

4- علامہ محب الدین الطبری نے امام ابو الخیر القزوینی سے اس حدیث کی تصحیح نقل کرتے ہوئے فرمایا:" أخرجه أبو الخير القزويني الحاكمى وقال صحيح إسناده ثقات رواته "(ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی: ص 23)۔

5- امام بغوی نے عطاء بن یسار والے طریق کے تحت فرمایا:" هذا حديث صحيح الإسناد "(شرح السنہ: 14/117)۔

6- عبد الرحمن بن محمد بن الحسن ابن عساکر الشافعی نے فرمایا:" هذا حديث صحيح "(کتاب الاربعین فی مناقب امہات المؤمنین: ص 106)۔

7- شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا:" وثبتَ في الصحيح: «أنه أدارَ كساءَه على عليّ وفاطمة والحسن والحسين، وقال: اللَّهمّ هؤلاء أهلُ بيتي، أَذهِبْ عنهم الرجسَ وطهِّرهم تطهيرًا» "" صحیح میں یہ ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی چادر علی، فاطمہ، الحسن اور الحسین پر اوڑھی اور کہا: اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔۔۔"(المسائل والاجوبہ لابن تیمیہ: ص 77)۔

- اور ایک جگہ فرمایا:" هذا الحديث صحيح في الجملة""یہ حدیث فی الجملہ صحیح ہے"(منہاج السنہ النبویہ لابن تیمیہ: 7/70)۔

8- امام ذہبی رحمہ اللہ نے شہر بن حوشب کی روایت کے تحت فرمایا:"له طرق صحاح عن شهر، وروي من وجهين آخرين عن أم سلمة" "اس کے شہر (بن حوشب) سے صحیح طرق موجود ہیں۔اور یہ دو مزید طرق سے بھی ام سلمہ سے مروی ہے"(تاریخ الاسلام:2/627)۔

- اور ایک دوسری جگہ شہر بن حوشب کی حدیث کے تحت فرمایا:"إسناده جيد" (سیر اعلام النبلاء:2/283 ط الرسالہ)۔

- اور اس حدیث کے متعلق فرمایا:"وصح: أن النبي –صلى الله عليه وسلم– جلل فاطمة وزوجها وابنيهما بكساء وقال..."" اور نبی ﷺ نے صحیح ثابت ہے کہ انہوں نے فاطمہ، ان کے شوہر (علی)، اور ان کے دونوں بیٹوں پر کپڑا اوڑھا اور کہا۔۔"(سیر اعلام النبلاء:2/122)۔

9- شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے تحت فرمایا:"صحيح"(صحیح سنن ترمذی:3871)۔

10- شیخ شعیب الارناؤط رحمہ اللہ نے فرمایا:"حديث صحيح"(تحقیق المسند: 26508،26597،26746)۔

11- شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو "حسن" قرار دیا ہے(تحقیق سنن ترمذی:3871)۔

نیز ایسے کسی محدث کا ہمیں علم نہیں جس نے اس حدیث کو بالجزم ضعیف کہا ہو۔ واللہ اعلم۔ اس حدیث کے کئی شواہد ہیں۔ ان کا ذکر درج ذیل ہے۔

## (2) حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا

امام مسلم بن حجاج رحمہ اللہ اپنی صحیح میں نقل کرتے ہیں:

"حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة، ومحمد بن عبد الله بن نمير - واللفظ لأبي بكر - قالا: حدثنا محمد بن بشر، عن زكرياء، عن مصعب بن شيبة، عن صفية بنت شيبة، قالت: قالت عائشة: خرج النبي صلى الله عليه وسلم غداة وعليه مرط مرحل، من شعر أسود، فجاء الحسن بن علي فأدخله، ثم جاء الحسين فدخل معه، ثم جاءت فاطمة فأدخلها، ثم جاء علي فأدخله، ثم قال: " {إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرا} [الأحزاب: 33] " "

صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی، کہا: ایک صبح رسول اللہ ﷺ اس طرح باہر نکلے کے آپ کے جسم پر ایک موٹی مربع لکیروں والی کالے بالوں سے بنی ہوئی چادر تھی۔ (عام سی کھردری اور کم قیمت چادر۔) پس سیدنا حسنؓ آئے تو آپ ﷺ نے ان کو اس چادر کے اندر کر لیا۔ پھر سیدنا حسینؓ آئے تو ان کو بھی اس میں داخل کر لیا۔ پھر سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ آئیں تو ان کو بھی

انہی کے ساتھ شامل کر لیا پھر سیدنا علیؓ آئے تو ان کو بھی شامل کر کے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی کو دور کرے اور تم کو پاک کرے اے گھر والو۔(الاحزاب:33)۔

(صحیح مسلم:2424،وانظرح2081)

## تخریج الحدیث

اس حدیث کی تفصیلی تخریج درج ذیل ہے:

زکریابن ابی زائدۃ سے اس سند کے ساتھ یہ روایت نقل کرنے والوں میں درج ذیل رواۃ شامل ہیں:

1- محمد بن بشر العبدي (ثقة حافظ)،

2- يحيي بن زكريا بن أبي زائدة (ثقة متقن)،

3- عبيد الله بن موسي (ثقة)،

## طریق محمد بن بشر العبدی عن زکریابن ابی زائدہ:

محمد بن بشر العبدی سے اس طریق کو روایت کرنے والے درج ذیل ہیں:

- ابن أبي شيبة

(المصنف: ٣٢١٠٢، وصحيح مسلم: ٢٤٢٤)

- محمد بن عبد الله بن نمير

(صحيح مسلم: ٢٤٢٤)

- عبدة بن عبد الله الخزاعي (مختصرا)

(أخرجه ابن قتيبة في تأويل مختلف الحديث (ص ٢٥٩) عنه)

- عثمان بن أبي شيبة

(أخرجه الآجري في الشريعة (١٦٩٣) عن أبو بكر الفريابي ح

وأخرجه البيهقي في الكبري (٢٨٥٨) عن أبي عبد الله الدقاق أنبأ أحمد بن عثمان الآدمي، ثنا محمد بن عثمان بن أبي شيبة كلاهما (الفريابي ومحمد بن عثمان) قالا حدثنا عثمان بن أبي شيبة)

- سفيان بن وكيع

(أخرجه الطبري في التفسير (٢٦٣/٢٠) عنه)

## طریق یحیی بن زکریا عن زکریا بن ابی زائدہ:

یحیی بن زکریا بن ابی زائدہ سے اس طریق کو روایت کرنے والے درج ذیل ہیں:

- يحيي بن آدم

(أخرجه إسحاق بن راهويه في مسنده (١٢٧١) عنه)

- أحمد بن حنبل (مختصرا)

(مسند أحمد (٢٥٢٩٥)، ومن طريق أحمد رواه مسلم في الصحيح (٢٠٨١)، والبيهقي في الأدب (٤٩١) والسنن الكبري (٤١٨٣) )

- سريج بن يونس (مختصرا)

(أخرجه مسلم في الصحيح (٢٠٨١))

- إبراهيم بن موسي الفراء الرازي (مختصرا)

(أخرجه مسلم في الصحيح (٢٠٨١))

- يزيد بن خالد بن يزيد بن عبد الله بن موهب الرملي (مختصرا)

(أخرجه أبو داود في السنن (٤٠٣٢))

- الحسين بن علي بن الأسود العجلي الكوفي (مختصرا)

(أخرجه أبو داود في السنن (٤٠٣٢))

- أحمد بن منيع (مختصرا)

(أخرجه الترمذي في السنن (٢٨١٣) وفي الشمائل (٧٠) عنه، وأخرجه أبو الشيخ الأصبهاني في أخلاق النبي (٢٦٨) عن محمد بن يحيى (ابن مندة)، قال نا أحمد بن منيع)

- معلي بن منصور (مختصرا)

(أخرجه أبو عوانة في المستخرج (٨٥٤٩) عن الصغاني قال ثنا معلي بن منصور)

- الوليد بن شجاع أبو همام الكوفي

(أخرجه الآجري في الشريعة (١٦٩٤) عن عبد الله بن صالح البخاري قال حدثنا الوليد بن شجاع)

(وأخرجه البغوي في شرح السنة (٣٩١١) وطاهر المقدسي في صفوة التصوف (١٦٣) وابن عساكر في تاريخ دمشق

(٢٠٢/١٣) كلهم من طريق عبد الرحمن بن أبي شريح قال ثنا يحيي بن صاعد نا أبو همام الوليد بن شجاع)

- عبيد بن هشام الحلبى أبو نعيم القلانسى (مختصرا)

(أخرجه أبو الشيخ الأصبهاني في أخلاق النبي (٢٦٨) عن أحمد بن عبد الله بن سابور نا أبو نعيم الحلبي)

- مسدد بن مسرهد (مختصرا)

(أخرجه الحاكم في المستدرك (٧٣٩٠) عن محمد بن صالح بن هاني ثنا يحيي بن محمد بن يحيي ثنا مسدد)

## طریق عبید اللہ بن موسی عن زکریا بن ابی زائدہ:

أخرجه الحاكم في المستدرك (٤٧٠٧) عن أبي العباس محمد بن يعقوب ثنا الربيع بن سليمان المرادي وبحر بن نصر الخولاني، قالا ثنا بشر بن أحمد المحبوبي بمرو ثنا سعيد بن مسعود المروزي، ثنا عبيد الله بن موسي العبسي،

ان تینوں ائمہ (یعنی محمد بن بشر، یحیی بن زکریا، اور عبید اللہ بن موسی) نے اسے درج ذیل سند سے روایت کیا ہے:

زكريا بن أبي زائدة عن مصعب بن شيبة عن صفية بنت شيبة، قالت قالت عائشة رضي الله عنها

**نوٹ:** زکریا بن ابی زائدہ نے عثمان بن ابی شیبہ اور ولید بن شجاع کی روایت میں مصعب بن شیبہ سے اپنے سماع کی تصریح کر دی ہے۔

اس سند کے رواۃ کا تعارف درج ذیل ہے:

## زکریا بن ابی زائدۃ کا تعارف:

امام زکریا بن ابی زائدہ ثقہ حافظ امام اور کوفہ کے قاضی تھے۔ ان سے کبار ائمہ رجال نے حدیث اخذ کی ہے جن میں: یحیی القطان، شعبہ، ابن المبارک، سفیان الثوری، وکیع، ابو نعیم اور عبید اللہ بن موسی وغیرہ شامل ہیں۔

- امام ابن سعد نے فرمایا: " كان ثقة كثير الحديث "(طبقات الکبری: 6/355)۔
- امام احمد بن حنبل نے فرمایا: " ثقة، حلو الحديث، شيخ ثقة "(العلل روایۃ عبد اللہ: 2495)۔
- امام عجلی نے فرمایا: " كان ثقة "(الثقات: الورقہ 16)

- امام ابوزرعہ رازی نے فرمایا:"صويلح يدلس كثيرا عن الشعبي" (الجرح والتعدیل:2685)۔
- امام ابوداود نے فرمایا:" زكريا ثقة، ولكنه يدلس "(سؤالات الآجری: 174،180)۔
- امام نسائی نے فرمایا:" ثقة "(تہذیب الکمال:9/362)۔

**نوٹ:** زکریا کی تدلیس کو محدثین نے صرف شعبی کی روایت تک محدود کیا ہے۔ ان کا کسی اور سے تدلیس کرنا ثابت نہیں ہے۔ اس پر مزید یہ کہ انہوں نے اس روایت میں سماع کی تصریح کر دی ہے، جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

## مصعب بن شیبہ کا تعارف:

مصعب بن شیبہ کے بارے میں محدثین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

**موثقین:**

- امام یحیی بن معین نے فرمایا:" مصعب بن شيبة ثقة "(الجرح والتعدیل:8/305)۔
- امام عجلی نے فرمایا:"مكي ثقة"(الثقات:1580)۔

- امام مسلم نے ان کی حدیث سے حجت لی ہے۔ چنانچہ امام ذہبی فرماتے ہیں: "احتجّ بِهِ مُسْلِم وغيره"(تاریخ الاسلام:3/314)۔
- امام ترمذی نے ان کی اس زیرِ بحث حدیث کے بارے میں فرمایا:"هذا حديث حسن غريب صحيح"(سنن ترمذی:2813)۔
- امام بیہقی نے اس کی ایک حدیث کے تحت فرمایا:"رواة هذا الحديث كلهم ثقات؛ فإن طلق بن حبيب ومصعب بن شيبة قد أخرج مسلم بن الحجاج - رحمه الله - حديثهما في الصحيح" "اس حدیث کے رواۃ سب ثقہ ہیں۔ طلق بن حبیب اور مصعب بن شیبہ کی حدیث کو مسلم بن حجاج نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے"(الخلافیات:1/529)۔
- امام ذہبی نے انہیں"من تكلم فيه وهو موثق"میں ذکر کیا ہے(328)۔

**مضعفین:**

- امام احمد بن حنبل نے فرمایا:" مصعب بن شيبة، روى أحاديث مناكير "(الجرح والتعدیل:8/305)۔
- امام ابوزرعہ رازی نے فرمایا:"ليس بقوي "(علل الحدیث لابن ابی حاتم: 1/570)۔

- امام ابو حاتم رازی نے فرمایا:"لا يحمدونه وليس بقوي"(الجرح والتعدیل:8/305)۔
- امام ابن عدی نے فرمایا:" تكلموا في حفظه"ان کے حفظ پر کلام کیا گیا ہے (تہذیب التہذیب:10/162)۔
- امام نسائی نے فرمایا:" مصعب منكر الحديث"

اور فرمایا:" فِي حديثه شيء "(تہذیب الکمال:28/33)۔

- امام دار قطنی نے فرمایا:"مصعب بن شيبة ليس بالقوي ولا بالحافظ"(سنن دار قطنی:399)۔

اور فرمایا:"مصعب بن شيبة ضعيف"(السنن:482)۔

- حافظ ابن حجر نے فرمایا:"لين الحديث"(تقریب:6691)۔

ایک دوسری جگہ ابن حجر نے فرمایا:"وثقه ابن معين، والعجلي، وغيرهما، ولينه أحمد، وأَبو حاتم وغيرهما، فحديثه حسن" "انہیں ابن معین، عجلی اور دیگر لوگوں نے ثقہ کہا ہے، جبکہ احمد، ابو حاتم وغیرہ نے ان کو لین قرار دیا ہے، پس ان کی حدیث حسن ہے"(فتح الباری: 10/337)۔

## مصعب بن شیبہ کی حدیث کا حکم:

مذکورہ اقوال کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ مصعب بن شیبہ کو جمہور محدثین نے لین قرار دیا ہے۔ لہٰذا ان کی عام روایات عدم متابعت کی صورت میں ضعیف ہوں گی۔ تو سوال یہ اٹھتا ہے کہ پھر امام مسلم رحمہ اللہ نے ان سے اپنی صحیح میں احتجاج کیوں کیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ امام مسلم صاحب اطلاع اور علل کے امام ہیں۔ مصعب پر امام مسلم کے شیوخ نے جرح کر رکھی ہے تو اس کا مطلب یہ کہ وہ ان کے اقوال سے نا واقف بھی نہیں ہوں گے۔ نیز مصعب کا ضعف معروف ہونے کے باوجود ان کا اس کی روایت کو اپنی صحیح میں نقل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کو اس خاص روایت کی صحت کا علم ہو گیا تھا۔

انہوں نے مصعب کی احادیث میں سے صرف اِس حدیث کو اپنی صحیح میں جمع کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مصعب کی احادیث میں انتقاء کرتے ہوئے ان کی ضعیف روایات میں سے صحیح کو چن کر درج کیا ہے۔ یقیناً ان کے پاس مصعب کی روایت کی تقویت میں کوئی دلیل یا متابعت زیرِ نظر ہو گی جس کے تحت انہوں نے اس کی حدیث کو اپنی صحیح میں درج کیا ہے۔

صحیح مسلم میں ضعیف رواۃ کے موجود ہونے کا اقرار اور اس کا جواب خود امام مسلم نے دے دیا ہے۔ چنانچہ جب امام ابوزرعہ نے امام مسلم پر یہ اعتراض کیا کہ انہوں نے اپنی صحیح میں ضعیف رواۃ سے روایات نقل کی ہیں، تو اس کا جواب دیتے ہوئے امام مسلم نے فرمایا:

"إنما قلت صحيح، وإنما أدخلت من حديث أسباط، وقطن، وأحمد، ما قد رواه الثقات، عن شيوخهم إلا أنه ربما وقع إليّ عنهم بارتفاع، ويكون عندي من رواية من هو أوثق منهم بنزول، فأقتصر على أولئك، وأصل الحديث معروف من رواية الثقات" ترجمہ: "میں نے "صحیح" کہا ہے۔ میں نے اسباط، قطن، اور احمد (یعنی ضعفاء) کی احادیث میں سے صرف وہ حدیث ذکر کی ہے جسے ثقہ راوی اپنے شیوخ سے بیان کرتے ہیں۔ ہاں، بسا اوقات میرے پاس ان کی سند عالی ہوتی ہے، اور ان سے اوثق راویوں کی حدیث میرے نزدیک نازل سند سے ہوتی ہے (تب ان کی انفرادی روایت عالی ہونے کی بنا پر بیان کر دیتا ہوں) میں ایسے راویان پر اکتفاء کرتا ہوں۔ اور اصل حدیث ثقہ راویوں سے معروف ہوتی ہے۔"

(سؤالات البرذعی لابی زرعہ: 2/674-677)

مصعب کی اس روایت کے حق میں ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ وہ اسے صفیہ بنت شیبہ سے روایت کرتے ہیں، جو کہ ان کے والد کی پھوپھی ہیں، یعنی ان کے قریبی رشتے داروں میں سے ہیں۔ اور عام قاعدے کے مطابق راویِ حدیث اپنے قریبی گھر والوں کی روایت کو دیگر لوگوں سے زیادہ جانتا ہے۔

چنانچہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:" ولا شكَّ أن آل الرَّجل أخص به من غيرهم "" اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ راوی کی آل اولاد اس کی روایت میں دیگر لوگوں کی نسبت زیادہ خاص ہوتے ہیں" (النکت:2/606)۔

لہٰذا ان قرائن کی روشنی میں مصعب کی اس خاص روایت کو ان کی صحیح روایات میں شمار کیا جائے گا۔

امام عقیلی کا اس روایت کو منکر کہنا اس کے تفرد کی وجہ سے ہے۔ اور ان کا یہ حکم ان سے اعلی مرتبہ کے امام، یعنی امام مسلم کے حکم کے خلاف ہے۔ اور صحیح مسلم کی صحت پر تمام علماء کا اجماع ہے۔ لہذا یہ روایت اصلا صحیح ہے۔

مزید یہ کہ اس حدیث کے شواہد اس کی تقویت میں مزید اضافہ کرتے ہیں۔

## صفیہ بنت شیبہ:

صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ عنہا رؤیت کے اعتبار سے صحابیہ ہیں۔ اور ان کی روایات صحیحین اور سنن اربعہ میں مروی ہیں۔

- امام بخاری نے ان سے صحیح بخاری میں روایات بیان کی ہیں (ح277، 1349، 4759، 5172، 5934، 7357)۔
- امام مسلم نے ان سے صحیح مسلم میں روایات بیان کی ہیں (ح332، 906، 1211، 1236، 2081، 2123، 2424)۔
- امام عجلی نے فرمایا: "مکية، تابعية، ثقة" (الثقات: 2099)۔
- امام ابن حبان نے انہیں کتاب الثقات میں دو جگہ پر ذکر کیا ہے۔ ایک ذکر صحابہ کے اسماء کے تحت (668)، اور دوسرا ذکر تابعین کے تحت (3488)۔ گویا وہ انہیں دو شخصیات سمجھتے تھے۔ لیکن یہ بات درست نہیں ہے۔
- امام مزی نے فرمایا: " لها رؤية "یعنی انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے (تہذیب الکمال: 35/211)۔
- امام دارقطنی نے فرمایا: "ليس تصح لها رؤية" ان کی رؤیت ثابت نہیں ہے۔ (تہذیب الکمال: 35/211)۔

- حافظ ابن حجر نے فرمایا:"لها رؤية"(تقریب:8622)۔

اسی طرح ابن حجر نے دار قطنی وغیرہ کا رد کرتے ہوئے کہا ہے:"وأبعد من قال لا رؤية لها، فقد ثبت حديثها في صحيح البخاري تعليقا، قال: قال أبان بن صالح عن الحسن بن مسلم، عن صفية بنت شيبة، قالت: سمعت النبيّ صلّى اللَّه عليه وسلّم"" جس نے کہا کہ ان کی رؤیت ثابت نہیں اس کا قول بعید ہے کیونکہ صحیح بخاری میں ان کی تعلیقا ایک حدیث ثابت ہے جس میں ابان بن صالح نے الحسن بن مسلم سے روایت کیا انہوں نے صفیہ بنت شیبہ سے بیان کیا انہوں نے کہا میں نے نبی ﷺ کو (عام الفتح میں خطبہ دیتے ہوئے) سنا۔۔"(الاصابہ فی تمیز الصحابہ:8/213، نیز دیکھیں صحیح بخاری:1349)۔

- نیز ان کی رؤیت کی ایک دلیل یہ بھی ہے جسے امام ابو داود نے سنن میں روایت کیا اور کہا:"عن عبيد الله بن عبد الله بن أبي ثور، عن صفية بنت شيبة، قالت: «لما اطمأن رسول الله صلى الله عليه وسلم بمكة عام الفتح طاف على بعير يستلم الركن بمحجن في يده»، قالت: «وأنا أنظر إليه»"" صفیہ بنت شیبہؓ ب یان کرتی ہیں کہ فتح مکہ کے سال جب رسول اللہ ﷺ کو مکہ میں اطمینان

حاصل ہو گیا تو آپ ﷺ نے اپنے اونٹ پر (سوار ہو کر) طواف کیا۔ کہتی ہیں کہ میں آپ ﷺ کو دیکھ رہی تھی کہ آپ ﷺ اپنے عصا سے رکن (حجر اسود) کا استلام فرماتے تھے۔" (سنن ابی داود: 1878، واسنادہ حسن)

## متن پر بحث

عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث میں ایسا گمان ہوتا ہے کہ یہ واقعہ دو دفعہ پیش آیا۔ ایک ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر اور دوسرا تب جب نبی ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکلے۔

البتہ اس حدیث میں ایسی کوئی چیز ذکر نہیں ہوئی ہے جس میں انہیں دو واقعات کہا جا سکے۔

- ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے صراحت کی ہے کہ یہ واقعہ ان کے گھر میں پیش آیا، اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایسا کوئی دعوی نہیں کیا ہے، بلکہ انہوں نے صرف یہ کہا ہے کہ جب نبی ﷺ ان کے گھر سے نکلے۔۔ اور پھر انہوں نے اس واقعے کا ذکر کیا ہے۔ یعنی اس میں کوئی چیز مانع نہیں کہ یہ واقعہ تب پیش آیا جب نبی ﷺ عائشہ کے گھر سے نکل کر ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے۔

- نیز عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ واقعہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بعد میں سن کر بیان کر دیا۔
- عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس حدیث میں یہ صراحت بھی نہیں کی ہے کہ اس واقعے کے دوران وہ وہاں پر موجود تھیں یا پھر یہ کہ انہوں نے اس واقعے کا خود مشاہدہ کیا ہے۔

لہٰذا اس متن کے اعتبار سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات کا تعلق ایک ہی واقعے سے ہونے میں کوئی چیز مانع نہیں ہے۔

## حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا پر علماء و محدثین کے اقوال:

1- امام مسلم نے اس حدیث کا انتقاء کر کے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

2- امام ترمذی نے اس حدیث کے تحت فرمایا:"هذا حديث حسن غريب صحيح"(سنن ترمذی:2813)۔

3- امام ابو عوانہ نے اس حدیث کو اپنی مستخرج میں درج کر کے صحیح قرار دیا ہے (مستخرج ابی عوانہ:8549)۔

4- امام حاکم نے اس حدیث کے تحت فرمایا:"هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه"(المستدرک علی الصحیحین:4707)۔

5- امام بغوی نے فرمایا:"هذا حديث صحيح، أخرجه مسلم"یہ حدیث صحیح ہے اسے مسلم نے روایت کیا ہے(شرح السنہ:3096،3911)۔

6- شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے فرمایا:"وأما حديث الكساء فهو صحيح رواه أحمد والترمذي من حديث أم سلمة، ورواه مسلم في صحيحه من حديث عائشة. قالت: «خرج النبي - صلى الله عليه وسلم - ذات غداة وعليه مرط مرحل...""اور حدیث کساء صحیح ہے، اسے احمد اور ترمذی نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے، اور مسلم نے اپنی صحیح میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے نقل کیا ہے وہ فرماتی ہیں۔۔۔"(منہاج السنہ النبویہ:5/13)۔

7- شیخ محمد الامین العلوی الشافعی نے اس حدیث کے تحت فرمایا:"ولا يقدح في مسلم روايته عنه إنما روى عنه في الشواهد لا في الأصول""امام مسلم پر مصعب بن شیبہ کی روایت نقل کرنے پر کوئی قدح نہیں ہے کیونکہ انہوں نے اس سے صرف شواہد میں روایت لی ہے اصول میں نہیں۔"(الکوکب الوھاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج:21/365)۔

8- شیخ البانی نے اس حدیث کو"صحیح"کہا ہے(تحقیق سنن ابو داود:4032)۔

9- شیخ شعیب الارناؤط رحمہ اللہ نے فرمایا:" إسناده صحيح على شرط مسلم، مصعب بن شيبة من رجاله، وهو -وإن كان لين الحديث- قد انتقى له مسلم هذا الحديث، وبقية رجاله ثقات رجال الشيخين "اس کی اسناد مسلم کی شرط پر صحیح ہے، مصعب بن شیبہ ان کے رجال میں سے ہیں، اور اگرچہ وہ لین الحدیث تھے لیکن امام مسلم نے ان کی اس حدیث کا انتقاء کیا ہے، اور اس کے بقیہ رجال ثقہ اور شیخین کے رجال ہیں (تحقیق المسند: 42/175ح25295)۔

10- شیخ محمد بن علی بن آدم الاتیوبی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے تحت فرمایا:" حديث عائشة -رضي الله عنها- هذا من أفراد المصنّف - رحمه الله.... لكنّ مسلمًا إمام مطّلع ولعله قوي عنده شأنه، بمتابع، أو شاهِد، والله تعالى أعلم"عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث امام مسلم کے تفردات میں سے ہے۔۔۔ لیکن مسلم مطلع امام ہے، ممکن ہے کہ ان کے نزدیک اس کی تقویت میں کوئی متابعت یا شاہد ہو، واللہ اعلم (البحر المحیط الثجاج فی شرح صحیح الامام مسلم بن الحجاج: 34/659، 38/704)۔

# (3) حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ایک طویل حدیث میں نقل کرتے ہیں:

"حدثنا يحيى بن حماد، حدثنا أبو عوانة، حدثنا أبو بلج، حدثنا عمرو بن ميمون، قال: إني لجالس إلى ابن عباس، إذ أتاه تسعة رهط، فقالوا: يا أبا عباس، إما أن تقوم معنا، وإما أن يخلونا هؤلاء، قال: فقال ابن عباس: بل أقوم معكم، قال: وهو يومئذ صحيح قبل أن يعمى، قال: فابتدءوا فتحدثوا، فلا ندري ما قالوا، قال: فجاء ينفض ثوبه، ويقول: أف وتف، وقعوا في رجل له عشر.... قال: وأخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم ثوبه فوضعه على علي، وفاطمة، وحسن، وحسين، فقال: {إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرا} [الأحزاب: 33]...."

ترجمہ: " عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ نو آدمیوں پر مشتمل لوگوں کا ایک وفد آیا تھا اور کہنے لگا کہ اے ابو العباس! یا تو آپ ہمارے ساتھ چلیں یا یہ لوگ ہمارے لئے خلوت کر دیں، ہم آپ

سے کچھ سوالات پوچھنا چاہتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ہی آپ لوگوں کے ساتھ چلتا ہوں، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بینائی ختم ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ ان لوگوں نے گفتگو کا آغاز کیا اور بات چیت کرتے رہے لیکن ہمیں کچھ نہیں پتہ کہ انہوں نے کیا کہا؟ تھوڑی دیر بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے آئے اور کہنے لگے اف، تف، یہ لوگ ایک ایسے آدمی میں عیب نکال رہے ہیں، جسے دس خوبیاں اور خصوصیات حاصل تھیں۔۔۔۔ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑا لے کر حضرت علی، حضرت فاطمہ، حسن، اور حسین رضی اللہ عنہم پر ڈالا اور فرمایا اے اہل بیت! اللہ تم سے گندگی کو دور کرنا اور تمہیں خوب پاک کرنا چاہتا ہے۔۔۔"

(مسند احمد: 3061)

## تخریج الحدیث

اس حدیث کی تخریج درج ذیل ہے:

یحیی بن حماد سے اس روایت کو درج ذیل لوگوں نے نقل کیا ہے:

- أحمد بن حنبل

(أخرجه في المسند (٣٠٦١) وفي فضائل الصحابة (١١٦٨)، ومن طريقه رواه الحاكم في المستدرك (٤٦٥٢))

- محمد بن المثني (ثقة ثبت)

(أخرجه النسائي في الكبري (٨٣٥٥) وفي خصائص علي (٢٤)، وابن أبي عاصم في السنة (١٣٥١): عن محمد بن المثني)

- زهير بن حرب (ثقة ثبت)

(أخرجه ابن عساكر في تاريخ دمشق (٤٢/٩٩) أخبرتنا أم البهاء فاطمة بنت محمد قالت أنا إبراهيم بن منصور أنا أبو بكر بن المقرئ أنا أبو يعلى نا زهير)

اور ابو عوانہ الوضاح بن عبد اللہ سے اس روایت کو درج ذیل لوگوں نے نقل کیا ہے:

- يحيي بن حماد (ثقة عابد)
- كثير بن يحيي أبو مالك الحنفي البصري (صدوق)

(أخرجه عبد الله بن أحمد في المسند (٣٠٦٢): قال حدثنا

أبو مالك كثير بن يحيي...)

(وأخرجه الطبراني في الأوسط (٢٨١٥) قال حدثنا إبراهيم (بن هاشم البغوي) قال نا كثير بن يحيي أبو مالك)

یحیی بن حماد اور کثیر بن یحیی دونوں نے اسے درج ذیل سند سے روایت کیا ہے:

حدثنا أبو عوانة، قال حدثنا أبو بلج (يحيي بن سليم الفزاري) قال حدثنا عمرو بن ميمون قال: إني لجالس إلى ابن عباس.

اس سند کے تمام رجال ثقہ ائمہ ہیں سوائے ابو بلج کے، اور وہ بھی راجح قول کے مطابق صدوق حسن الحدیث ہیں، الا یہ کہ کسی حدیث میں ان کی نکارت ثابت ہو جائے۔ نیز ان کی اس روایت کا یہ حصہ دیگر شواہد کے پیش نظر مزید تقویت و صحت کو پہنچتا ہے۔

اس سند کے رجال کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

## ابو عوانہ الوضاح بن عبد اللہ کا تعارف

امام ابو عوانہ کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ وہ بصرہ کے امام اور محدث تھے اور حدیث کے ارکان میں سے تھے۔

- امام عبد الرحمن بن مہدی نے فرمایا:"كتاب أبي عوانة أثبت من حفظ هشيم "ابو عوانہ کی کتاب ہشیم کے حفظ سے بھی زیادہ ثبت تھے(الجرح والتعدیل:ج9ترجمہ 173)۔
- امام یحیی بن معین نے فرمایا:" كان أبو عوانة ثقة "(تاریخ بغداد: 13/464)۔
- امام ابوزرعہ نے فرمایا:" ثقة إذا حدث من كتابه "(الجرح والتعدیل: ج9ترجمہ 173)۔
- نیز ان کی توثیق امام عجلی(الثقات:1768)،ابن سعد(الطبقات:7/287)،ابن حبان(الثقات:7/562)،دار قطنی(السنن:1/164)،ابن شاہین(الثقات: 1508)،اور حافظان ابن حجر وذہبی وغیرہ نے کی ہے۔
- اور امام ابن عبد البر فرماتے ہیں:"أجمعوا على أنه ثقة ثبت حجة فيما حدث من كتابه، وقال: إذا حدث من حفظه ربما غلط""ائمہ کا اجماع ہے کہ وہ ثقہ ثبت اور حجت ہیں جس میں وہ کتاب سے روایت کریں۔ اور جب وہ اپنے حفظ سے روایت کرتے ہیں تو بعض اوقات غلطی کر جاتے ہیں"(تہذیب التہذیب:11/120)۔

**نوٹ:** یاد رہے امام ابو عوانہ جیسے امام کے بارے میں جب کہا جائے کہ وہ جب حفظ سے روایت کریں تو بعض اوقات غلطی کرتے ہیں، تو اس سے مراد یہ نہیں ہوتا کہ ان کی حدیث ضعیف ہو جاتی ہے یا یہ کہ ان کا مقام کسی عام حسن الحدیث راوی کے برابر ہو جاتا ہے بلکہ اس حالت میں بھی وہ عام رواۃ کی نسبت زیادہ بڑے حافظ ہیں۔ ان کی غلطی کی نسبت ان کے ہم پلہ ائمہ جیسے شعبہ وسفیان وغیرہ کے مقابلے میں ہے نا کہ کسی عام صدوق راوی کے مقابلے میں۔ اسی لئے ان کی غلطی کا ذکر کرنے کے باوجود امام ابو حاتم نے انہیں حماد بن سلمہ سے بڑا حافظ قرار دیا ہے (الجرح والتعدیل: ج9 ترجمہ 173)۔

مزید یہ کہ ان سے اس حدیث کے راوی "یحیی بن حماد" ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے امام ابو عوانہ کی کتاب سے حدیث اخذ کی ہے۔ یحیی بن حماد کی ابو عوانہ سے روایات صحیحین میں بھی مروی ہیں۔

صحیح بخاری میں ایک جگہ امام بخاری نقل کرتے ہیں: "حدثنا الحسن بن مدرك، قال: حدثنا يحيى بن حماد، قال: أخبرنا أبو عوانة اسمه الوضاح، من كتابه، قال: أخبرنا سليمان الشيباني..." (صحیح بخاری: 333)

اس سے معلوم ہوا کہ یحیی بن حماد کی روایت ابو عوانہ سے ان کی کتاب سے ہوتی ہے۔

## ابو بلج یحیی بن سلیم الفزاری کا تعارف

ابو بلج صدوق حسن الحدیث ہیں۔

### معدلین:

- ان سے شعبہ، سفیان، ہشیم، زائدہ اور ابو عوانہ جیسے اجلہ نے حدیث لی ہے۔
- امام یحیی بن معین نے فرمایا: "ثقة" (الجرح والتعدیل: ج9 ترجمہ 634)۔
- امام ابن سعد نے فرمایا: " ثقة إن شاء الله" (الطبقات: 7/311)۔
- امام نسائی نے فرمایا: " ثقة" (تہذیب الکمال: 33/162)۔
- امام دار قطنی نے فرمایا: " ثقة" (سؤالات البرقانی للدارقطنی: 546)۔
- امام ابو حاتم نے فرمایا: "صالح الحديث، لا بأس به" (الجرح والتعدیل: ج9 ترجمہ 634)۔
- امام یعقوب بن سفیان نے فرمایا: " كوفي لا بأس به " (المعرفہ والتاریخ: 3/106)۔

- امام ابن عدی نے فرمایا:"قد روى، عَن أبي بلج أجلة الناس مثل شُعْبَة، وأَبُو عَوَانة وهشيم، ولاَ بأس بحديثه"ابوبلک سے جلیل القدر لوگوں نے روایت کی جیسے شعبہ، ابو عوانہ اور ہشیم، اور اس کی حدیث میں کوئی حرج نہیں ہے (یعنی جس میں نکارت نہ ہو)(الکامل لابن عدی:9/81)۔
- حافظ ابن حجر نے فرمایا:" صدوق ربما أخطأ"(تقریب:8003)۔

## جارحین:

- امام بخاری نے فرمایا:"فيه نظر "(الکامل لابن عدی:9/80)۔
- امام جوزجانی نے فرمایا:"ليس بثقة"(احوال الرجال:193)۔
- امام ابن حبان نے انہیں المجروحین میں ذکر کیا اور فرمایا:"كان ممن يخطئ، لم يفحش خطؤه حتى استحق الترك، ولا أتى منه مالا ينفك البشر عنه فيسلك به مسلك العدول، فأرى أن لا يحتج بما انفرد من الرواية، وهو ممن استخير الله فيه"یعنی وہ غلطی کرتے تھے لیکن ان کی غلطیاں فحش نہیں تھیں کہ انہیں ترک کا مستحق قرار دیا جائے۔۔۔اپنی منفرد حدیث میں ان سے احتجاج نہیں کیا جائے گا۔۔۔ (المجروحین:1197)۔

چنانچہ ان کا مرتبہ کم از کم حسن الحدیث کا ہے۔ نیز شواہد میں ان کی روایت بالاولی مقبول ہوتی ہے۔

## عمرو بن میمون الاودی الکوفی کا تعارف

عمرو بن میمون مخضرمین میں سے ہیں یعنی انہوں نے جاہلیت کا دور پایا، بلکہ نبی ﷺ کی حیات میں ہی اسلام قبول کیا، لیکن صحبت کا شرف حاصل نہ ہو سکا۔ یہ متفقہ طور پر ثقہ ہیں۔

- امام ابو اسحاق فرماتے ہیں:"كان أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم يرضون بعمرو بن ميمون" نبی ﷺ کے اصحاب عمرو بن میمون سے راضی تھے (الجرح والتعدیل:6/258)۔
- امام یحیی بن معین نے فرمایا:" ثقة"(الجرح والتعدیل:6/258)۔
- امام عجلی نے فرمایا:" كوفي، تابعي، ثقة، جاهلي "(الثقات:1290)
- امام نسائی نے فرمایا:" ثقة"(تہذیب الکمال:22/263)۔
- حافظ ابن حجر نے فرمایا:" مخضرم مشهور من الثانية ثقة عابد" (تقریب:5122)۔

## حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ پر علماء ومحدثین کے اقوال:

1- امام حاکم نے فرمایا:"هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه بهذه السياقة"(المستدرک للحاکم:4652)۔

2- علامہ ہیثمی نے اس حدیث کے ایک ٹکرے پر حکم لگاتے ہوئے کہا:"ورجال البزار رجال الصحيح غير أبي بلج الكبير، وهو ثقة"اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں سوائے ابوبلج الکبیر کے اور وہ بھی ثقہ ہے(مجمع الزوائد: 9/109)۔

اور امام احمد کی اس مذکورہ طویل حدیث پر حکم لگاتے ہوئے فرمایا:"ورجال أحمد رجال الصحيح غير أبي بلج الفزاري، وهو ثقة، وفيه لين "احمد کے رجال صحیح کے رجال ہیں سوائے ابوبلج الفزاری ہے اور وہ ثقہ ہے اگرچہ اس میں ہلکا سا ضعف ہے(مجمع الزوائد:9/120)۔

3- شیخ البانی نے اس حدیث کے ایک ٹکرے پر حکم لگاتے ہوئے فرمایا:"إسناده حسن ورجاله ثقات رجال الشيخين غير أبي بلج واسمه يحيى بن سليم بن بلج قال الحافظ: صدوق ربما أخطأ"اس کی اسناد حسن اور اس کے رجال ثقہ اور شیخین کے رواۃ ہیں سوائے ابوبلج کے، ان

کانام یحیی بن سلیم بن بلج ہے۔ حافظ ابن حجر نے فرمایا: وہ صدوق تھے اور بعض اوقات غلطی کرتے تھے (السنہ لابن ابی عاصم مع ظلال الجنہ: 2/565)۔

4- شیخ احمد شاکر نے فرمایا: "إسناده صحيح" (تحقیق مسند احمد: 5/25)۔

5- شیخ شعیب الارناؤط نے اس کی اسناد کو ضعیف کہا ہے، انہوں نے فرمایا: "إسناده ضعيف بهذه السياقة" لیکن اس کے ساتھ انہوں نے اس حدیث کے اس ٹکرے کو دیگر شواہد کی وجہ سے صحیح کہا ہے (تحقیق المسند: 5/184)۔

6- شیخ نہاد عبد الحلیم عبید نے اس موضوع کے متعلق اپنے دکتوراہ کے رسالے میں اس حدیث کے تحت فرمایا: "حديث حسن" یہ حدیث حسن ہے (الاحادیث المرفوعہ فی فضائل الامام علی رضی اللہ عنہ ودراستہا بین اہل السنہ والشیعہ: 2/461)۔

# (4)حدیث واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ حدیث بیان کرتے ہیں:

حدثنا محمد بن مصعب، قال: حدثنا الأوزاعي، عن شداد أبي عمار، قال: دخلت على واثلة بن الأسقع، وعنده قوم، فذكروا عليا، فلما قاموا قال لي: ألا أخبرك بما رأيت من رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قلت: بلى، قال: أتيت فاطمة رضي الله تعالى عنها أسألها عن علي، قالت: توجه إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم. فجلست أنتظره حتى جاء رسول الله صلى الله عليه وسلم ومعه علي وحسن وحسين رضي الله تعالى عنهم، آخذ كل واحد منهما بيده، حتى دخل فأدنى عليا وفاطمة، فأجلسهما بين يديه، وأجلس حسنا، وحسينا كل واحد منهما على فخذه، ثم لف عليهم ثوبه - أو قال: كساء - ثم تلا هذه الآية: {إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرا} [الأحزاب: 33] وقال: " اللهم هؤلاء أهل بيتي، وأهل بيتي أحق "

شداد کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، ان کے پاس کچھ لوگ تھے، وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرنے لگے، جب وہ لوگ اٹھ گئے تو حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتاؤں جو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دیکھی ہے؟ میں نے کہا کیوں نہیں؟ وہ کہنے لگے کہ ایک مرتبہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے پوچھنے کے لئے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آیا، انہوں نے بتایا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گئے ہیں، میں بیٹھ کر ان کا انتظار کرنے لگا، اتنی دیر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، ہمراہی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ تھے اور وہ سب اس طرح آرہے تھے کہ ہر ایک نے دوسرے کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو قریب بلا کر بٹھایا اور امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما دونوں کو اپنی رانوں پر بٹھالیا، پھر ان سب کو ایک چادر اوڑھا کر یہ آیت تلاوت فرمائی (إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا) "اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے اہل بیت! تم سے گندگی کو دور کر دے اور تمہیں خوب پاکیزگی عطاء کر دے" اور فرمایا اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں اور میرے اہل بیت کا حق زیادہ ہے۔

(مسند احمد:16988)

اور اس روایت کے بعض طرق میں ان الفاظ کا اضافہ ہے:

" قال واثلة: فقلت من ناحية البيت: وأنا من أهلك يا رسول الله؟ قال: «وأنت من أهلي» ، قال واثلة: إنها لمن أرجى ما أرتجي"

"واثلہ نے فرمایا:(اس دعا کے بعد) میں نے گھر کے کونے سے کہا: اور میں بھی آپ کے اہل میں سے ہوں؟ تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:" اور آپ بھی میرے اہل میں سے ہیں"۔ واثلہ نے کہا: میں جس چیز کی امید کر سکتا تھا یہ ان میں سب سے زیادہ قابلِ دید چیز تھی۔"

(صحیح ابن حبان:6976)

## تخریج الحدیث

اس حدیث کی تخریج درج ذیل ہے:

امام اوزاعی سے اس حدیث کو درج ذیل لوگوں نے روایت کیا ہے:

- محمد بن مصعب القرقساني (صدوق كثير الغلط)
- الوليد بن مسلم الدمشقي (ثقة كثير التدليس والتسوية)

- بشر بن بكر البجلي الدمشقي (ثقة)
- عمر بن عبد الواحد السلمي الدمشقي (ثقة)
- محمد بن بشر التنيسي (ليس بالقوي)
- الوليد بن مزيد العذري (ثقة ثبت)

### طریق محمد بن مصعب عن الاوزاعی:

محمد بن مصعب القرقسانی سے اس حدیث کو درج ذیل لوگوں نے روایت کیا ہے:

- أحمد بن حنبل

(أخرجه في المسند (١٦٩٨٨) وفي فضائل الصحابة (٩٤٨))

- ابن أبي شيبة

(المصنف (٣٢١٠٣))

- أبو زيد أحمد بن عبد الرحيم بن يزيد (صدوق)

(أخرجه الطبراني في الكبير (٦٦/٢٢ ح ١٦٠) عنه)

- محمد بن إسماعيل بن أبي سمينة البصري (ثقة)

(أخرجه أبو يعلي في المسند (٧٤٨٦) عنه)

## طریق الولید بن مسلم عن الاوزاعی:

ولید بن مسلم سے اس حدیث کو درج ذیل لوگوں نے روایت کیا ہے:

- سليمان بن أحمد الدمشقي الجرشي (حافظ، تكلموا فيه)

(أخرجه عبد الله بن أحمد في فضائل الصحابة (١٠٧٧) قال حدثنا إبراهيم بن عبد الله (أبو مسلم الكجي) (ثقة)، نا سليمان بن أحمد)

- عبد الكريم بن أبي عمير الدهان (فيه جهالة)

(أخرجه عبد الله في الفضائل (١٤٠٤) عن محمد بن الليث الجوهري نا عبد الكريم بن أبي عمير الدهان)

- عبد الرحمن بن إبراهيم دحيم (ثقة حافظ متقن)

(أخرجه ابن حبان (٦٩٧٦) قال: أخبرنا عبد الله بن محمد بن سلم (ثقة محدث)، حدثنا عبد الرحمن بن إبراهيم)

**نوٹ:** اس حدیث میں ولید بن مسلم نے امام اوزاعی سے سماع کی تصریح کر دی ہے، لہٰذا اس روایت میں ان کی تدلیس موجود نہیں ہے۔ جہاں تک تدلیس تسویہ کا تعلق ہے تو اس میں راوی اپنے شیخ سے اوپر کے راوی میں سے کوئی راوی گرا دیتا ہے، لیکن

اس روایت میں تسویہ بھی موجود نہیں ہے کیونکہ اس روایت کے دیگر طرق سے ہمیں معلوم ہوا کہ یہ روایت اس طریق سے اسی طرح مروی ہے اور بیچ میں سے کوئی راوی نہیں گرایا گیا۔ اس پر مزید یہ کہ ولید بن مسلم کی روایت کے بعض طرق میں انہوں نے پوری سند میں سماع کی تصریح کر رکھی ہے۔

## طریق بشر بن بکر البجلی عن الاوزاعی:

بشر بن بکر البجلی سے اس حدیث کو درج ذیل لوگوں نے روایت کیا ہے:

- محمد بن الحجاج الحضرمي (صدوق ثقة)
- سليمان بن شعيب الكيساني (ثقة)

(أخرجه الطحاوي في شرح مشكل الآثار (٧٧٣) قال حدثنا محمد بن الحجاج الحضرمي، وسليمان الكيساني قالا: حدثنا بشر بن بكر البجلي)

- الربيع بن سليمان المرادي (ثقة فقيه)

(أخرجه الحاكم في المستدرك (٤٧٠٦) قال: حدثنا أبو العباس محمد بن يعقوب (ثقة)، ثنا الربيع بن سليمان المرادي)

(وأخرجه البيهقي في السنن الكبري (٢٨٧١) قال: أخبرنا أبو عبد الله السوسي، ثنا أبو العباس، أنبأ الربيع بن سليمان)

- بحر بن نصر الخولاني (ثقة)

(أخرجه الحاكم في المستدرك (٤٧٠٦) قال: حدثنا أبو العباس محمد بن يعقوب، ثنا الربيع بن سليمان المرادي، وبحر بن نصر الخولاني، قالا: ثنا بشر بن بكر)

- سعيد بن عثمان التنوخي الحمصي (محله الصدق)

(أخرجه البيهقي في السنن الكبري (٢٨٧١) قال: وأخبرنا أبو عبد الله السوسي، ثنا أبو العباس، أنبأ الربيع بن سليمان، وسعيد بن عثمان)

## طریق عمر بن عبد الواحد عن الاوزاعی:

عمر بن عبد الواحد سے اس حدیث کو امام دحیم نے نقل کیا ہے:

أخرجه ابن حبان (٦٩٧٦) قال: أخبرنا عبد الله بن محمد بن سلم (ثقة محدث)، حدثنا عبد الرحمن بن إبراهيم (دحيم) حدثنا

الوليد بن مسلم، وعمر بن عبد الواحد، قالا: حدثنا الأوزاعي به

### طريق محمد بن بشر التنيسي عن الاوزاعي:

أخرجه الطبراني في الكبير (٥٥/٣ ح ٢٦٧٠) (٦٦/٢٢ ح ١٦٠) قال حدثنا محمد بن علي الصائغ المكي (المحدث الإمام الثقة)، ثنا محمد بن بشر التنيسي، ثنا الأوزاعي به.

### طريق الوليد بن مزيد عن الاوزاعي:

أخرجه الحاكم في المستدرك (٣٥٥٩) قال حدثنا أبو العباس محمد بن يعقوب، أنبأ العباس بن الوليد بن مزيد (ثقة)، أخبرني أبي، قال: سمعت الأوزاعي به. وقال الحاكم: " هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه"

وأخرجه البيهقي في الكبري (٢٨٤٠) من طريق الحاكم به.

چنانچہ رجال کی ایک جماعت جس میں: محمد بن مصعب، ولید بن مسلم، بشر بن بکر، عمر بن عبد الواحد، محمد بن بشر، اور ولید بن مزید شامل ہیں نے امام اوزاعی سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ اور امام اوزاعی نے اسے اپنے شیخ شداد ابو عمار سے نقل کیا ہے۔

مزید یہ کہ امام اوزاعی کی متابعت بھی کلثوم بن زیاد نامی راوی نے کر رکھی ہے۔

## طریق کلثوم بن زیاد عن شداد ابی عمار

أخرجه الطبراني في الكبير (٣/٥٥ ح ٢٦٦٩) (٢٢/٦٥ ح ١٥٩) قال: حدثنا علي بن عبد العزيز (بن المرزبان البغوي) (ثقة حافظ)، ثنا أبو نعيم (ثقة ثبت)، ثنا عبد السلام بن حرب (ثقة حافظ)، عن كلثوم بن زياد (صدوق)، عن أبي عمار، قال: إني لجالس عند واثلة بن الأسقع، إذ ذكروا عليا رضي الله عنه

اس کی سند کلثوم بن زیاد تک صحیح ہے۔

## توثیق کلثوم بن زیاد

کلثوم بن زیاد کے بارے میں اختلاف ہے۔

- امام نسائی نے فرمایا: "ضعيف" (الضعفاء:510، والکامل:7/213)۔
- جبکہ دمشق کے امام الرجال، امام ابوزرعہ الدمشقی نے انہیں ثقات میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ ابوعبداللہ (جعفر بن محمد بن جعفر) الکندی نقل کرتے ہیں: "حدثنا أبو زرعة قال في ذكر نفر ثقات كلثوم بن زياد مولى سليمان بن حبيب" امام ابوزرعہ نے ثقہ لوگوں کی جماعت میں کلثوم بن زیاد مولی سلیمان بن حبیب کا ذکر کیا (تاریخ دمشق:50/216، واسنادہ صحیح)۔
- اسی کی تائید کرتے ہوئے امام ذہبی فرماتے ہیں: " وأشار أبو زرعة الدمشقي إلى توثيقه "ابوزرعہ الدمشقی نے ان کی توثیق کی طرف اشارہ کیا ہے (تاریخ الاسلام:4/486)۔
- امام ابن حبان نے انہیں کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے (10419)۔

کلثوم بن زیاد کا تعلق چونکہ دمشق سے تھے بلکہ وہ دمشق کے قاضی تھے، اس لئے امام ابوزرعہ کا ان کے بارے میں فیصلہ زیادہ راجح ہے کیونکہ دمشق کے رجال کے بارے میں امام ابوزرعہ سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔

چنانچہ کلثوم بن زیاد کا مرتبہ کم سے کم صدوق کا ہے۔

نیز کلثوم بن زیاد اور امام اوزاعی دونوں نے اس حدیث کو شداد ابو عمار سے نقل کیا ہے۔

## امام عبد الرحمن بن عمرو الاوزاعی کا تعارف

امام اوزاعی کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ وہ شام کے امام، ثقہ، فقیہ، اور شیخ الاسلام تھے۔

- امام مالک بن انس کے سامنے امام اوزاعی کا ذکر ہوا تو انہوں نے فرمایا:" كان إماما يقتدى به "وہ امام تھے، ان کی اقتداء کی جاتی ہے (تاریخ ابی زرعہ: ص 440)۔
- امام سفیان بن عیینہ نے فرمایا:" كان الأوزاعي إمام، يعني: أهل زمانه "اوزاعی اپنے زمانے کے امام تھے۔ (الجرح والتعدیل: 5/266)۔
- امام عبد الرحمن بن مہدی نے فرمایا:" الأئمة في الحديث أربعة: الأوزاعي، ومالك، وسفيان الثوري، وحماد بن زيد "حدیث کے (سب سے بڑے) ائمہ چار ہیں: اوزاعی، مالک، سفیان الثوری اور حماد بن زید (الجرح والتعدیل: 5/267)۔

امام ابن مہدی نے ایک دوسری جگہ فرمایا:" ما كان بالشام أحدا أعلم

بالسنة من الأوزاعي "شام میں امام اوزاعی سے بڑا سنت کا عالم نہیں ہے (الجرح والتعدیل:1/184)۔

- امام ابن سعد نے فرمایا:" كان ثقة مأمونا صدوقا فاضلا خيرا كثير الحديث والعلم والفقه "وہ ثقہ مامون صدوق فاضل اور بھلے شخص تھے۔ ان کے پاس حدیث، علم اور فقہ کی کثرت تھی۔ (طبقات ابن سعد: 7/488)۔
- امام یحیی بن معین نے فرمایا:" إمام ثقة "(سؤالات ابن طالوت:2)۔

امام ابوزرعہ الدمشقی نے فرمایا:" قلت ليحيى بن معين: وذكرت له الحجة، فقلت له: محمد بن إسحاق منهم؟ فقال: كان ثقة، وإنما الحجة: عبيد الله بن عمر، ومالك بن أنس، والأوزاعي، وسعيد بن عبد العزيز "میں نے یحیی بن معین سے کہا: میں نے ان سے حجت کا ذکر کیا اور کہا: محمد بن اسحاق ان میں سے تھے؟ فرمایا: وہ ثقہ تھے، حجت تو عبید اللہ بن عمر، مالک بن انس، اوزاعی اور سعید بن عبد العزیز (جیسے ائمہ) ہیں۔ (تاریخ ابی زرعہ:1172)۔

- امام احمد بن حنبل نے فرمایا:" كان الأوزاعي من الأئمة "اوزاعی ائمہ میں سے تھے۔ (تاریخ ابی زرعہ:1173)۔

- امام عجلی نے فرمایا:" ثقة، من خيار الناس"(الثقات:970)۔
- امام یعقوب بن شیبہ نے فرمایا:" ثقة ثبت "(تاریخ دمشق:35/181)۔
- امام ابن عساکر اور امام مزی نے فرمایا:" إمام أهل الشام في زمانه في الحديث والفقه "اوزاعی اپنے زمانے میں شام میں فقہ اور حدیث کے امام تھے۔(تاریخ دمشق:35/147،وتہذیب الکمال:17/308)۔
- امام ذہبی نے فرمایا:" شيخ الاسلام أبو عمرو الاوزاعي الحافظ الفقيه الزاهد... وكان رأسا في العلم والعبادة"شیخ الاسلام ابو عمرو الاوزاعی حافظ،فقیہ،اور زاہد تھے۔۔۔وہ علم اور عبادت میں چوٹی پر تھے (الکاشف:3278)۔
- حافظ ابن حجر نے فرمایا:" الفقيه ثقة جليل "(تقریب:3967)۔

## شداد بن عبد اللہ ابو عمار الدمشقی کا تعارف:

شداد بن عبد اللہ ابو عمار ثقہ تابعین میں سے ہیں۔اور ان کی توثیق پر سب کا اتفاق ہے۔

- امام یحیی بن ابی کثیر نے فرمایا:" حدثني شداد بن عبد الله، وكان مرضيا "(الجرح والتعدیل:4/329)۔

- امام یحیی بن معین نے فرمایا:" شداد ليس به بأس "(الجرح والتعدیل: 4/329، وسؤالات ابن الجنید:738، وتاریخ ابن معین روایۃ الدارمی:426)۔
- امام عجلی نے فرمایا:" شامي، تابعي، ثقة"(کتاب الثقات:656)۔
- امام ابو حاتم رازی نے فرمایا:" هو ثقة "(الجرح والتعدیل:4/329)۔
- امام صالح بن محمد جزرۃ نے فرمایا:" هو صدوق"(تاریخ دمشق:22/423، وتهذیب الکمال:12/400)۔
- امام یعقوب بن سفیان الفسوی نے فرمایا:" ثقة"(المعرفہ والتاریخ:2/472)۔
- امام ابن حبان نے انہیں اپنی کتاب الثقات میں ذکر کیا(3330)۔

اور ایک دوسری جگہ فرمایا:" من خيار أهل الشام "وہ اہل شام کے بہترین لوگوں میں سے تھے(مشاہیر علماء الامصار لابن حبان:890)۔

- امام دارقطنی نے فرمایا:" ثقة"(سؤالات البرقانی للدارقطنی:221)۔
- حافظ ابن خلفون نے انہیں اپنی کتاب الثقات میں ذکر کیا(اکمال تهذیب الکمال: 6/224)۔
- امام ذہبی نے فرمایا:" ثقة يرسل كثيرا "(الکاشف للذہبی:2250)۔
- حافظ ابن حجر نے فرمایا:" ثقة يرسل من الرابعة "(تقریب:2756)۔

نیز ان کی واثلہ سے حدیث متصل ہے اور اس میں ارسال موجود نہیں ہے۔ خود انہوں نے اس روایت میں ان سے سماع کی تصریح کر دی ہے۔

چنانچہ یہ اسناد بالکل صحیح و متصل ہے اور اس کے رجال شیخین کے رجال ہیں سوائے شداد کے اور وہ صرف صحیح مسلم کے راوی ہیں۔

## متن پر بحث

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا والے واقعے سے الگ واقعہ ہے۔ گویا نبی ﷺ نے علی، فاطمہ، اور حسنین رضی اللہ عنہم کے لئے دو بار چادر تلے دعا کی۔

اس حدیث کے آخر میں حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"(اس دعا کے بعد) میں نے گھر کے کونے سے کہا: اور میں بھی آپ کے اہل میں سے ہوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اور آپ بھی میرے اہل میں سے ہیں"۔ واثلہ نے کہا: میں جس چیز کی امید کر سکتا تھا یہ ان میں سب سے زیادہ قابلِ دید چیز تھی۔"

روایت کے اس حصے سے درج ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں:

- ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اور واثلہ رضی اللہ عنہ کی حدیث دو الگ واقعوں پر مشتمل ہے۔ اول ام سلمہ کے گھر میں پیش آیا، جبکہ دوسرا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں پیش آیا۔
- نبی ﷺ کا واثلہ رضی اللہ عنہ کو اپنے اہل میں شمار کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بالاولی ان میں شامل ہوں گی۔ لہٰذا ام سلمہ کی حدیث میں "انک علی خیر" کو اس کے علاوہ کسی معنی پر محمول کرنا اس حدیث کے بھی خلاف ہو گا۔

## اس حدیث کی رُو سے کیا واثلہ اہل بیت میں سے تھے؟

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کا تعلق بنی لیث سے تھا اور وہ حقیقی طور پر اہل بیت میں سے نہیں تھے نہ ہی قریش میں سے تھے۔ تو اس حدیث میں ان کا نبی ﷺ کے اہل میں سے ہونے کا کیا مطلب ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حقیقی اہل بیت تو وہی ہیں جن کے لئے نبی ﷺ نے اپنی چادر تلے دعا کی۔ لیکن واثلہ کے سوال کرنے پر ان کو منع کرنے کی بجائے آپ ﷺ نے ان کو بھی مجازاً اپنے اہل بیت میں شمار کر لیا۔ چنانچہ یہ فضیلت ان کے لئے خاص ہے۔

چنانچہ امام بیہقی فرماتے ہیں:

"وهو إلى تخصيص واثلة بذلك أقرب من تعميم الأمة به، وكأنه جعل واثلة في حكم الأهل تشبيها بمن يستحق هذا الاسم لا تحقيقا، والله أعلم"

"مذکورہ حدیث میں واثلہ رضی اللہ عنہ کا آل میں سے ہونا ان کی خصوصیت ہے۔ تمام امت کے لئے اس کا ثبوت امر بعید ہے۔ اور واثلہ رضی اللہ عنہ کو آل کہنا بھی گویا مشابہت کی بناء پر ہے نہ کہ حقیقتا، واللہ اعلم۔"

(السنن الکبری للبیہقی:2/217)

## حدیث واثلہ رضی اللہ عنہ پر علماء ومحدثین کے اقوال:

1- امام ابن حبان نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے (صحیح ابن حبان:6976)۔

2- امام حاکم نے فرمایا:" هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه"(المستدرک:3559)

اور دوسری جگہ فرمایا:" هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه"(المستدرک:4706)۔

3- امام بیہقی نے فرمایا:" هذا إسناد صحيح"(السنن الکبری للبیہقی: 2871)۔

4- امام ذہبی نے امام حاکم کے اس حدیث کو شیخین کی شرط پر قرار دینے کو رد کرتے ہوئے فرمایا:"على شرط مسلم" یہ حدیث مسلم کی شرط پر (صحیح) ہے۔ (تعلیق المستدرک:4706)۔

5- شیخ البانی نے فرمایا:"صحیح"(التعلیقات الحسان علی صحیح ابن حبان: 6937)۔

6- شیخ شعیب الارناؤط نے فرمایا:"إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الصحيح" اس کی اسناد صحیح ہے۔اس کے رجال ثقہ ہیں، اور صحیح کے رجال ہیں (تحقیق صحیح ابن حبان:15 / 433ح6976)۔

## (5) حدیث سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

امام مسلم اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں:

"حدثنا قتيبة بن سعيد، ومحمد بن عباد - وتقاربا في اللفظ - قالا: حدثنا حاتم وهو ابن إسماعيل - عن بكير بن مسمار، عن عامر بن سعد بن أبي وقاص، عن أبيه، قال: أمر معاوية بن أبي سفيان سعدا فقال: ما منعك أن تسب أبا التراب؟ فقال: أما ما ذكرت ثلاثا قالهن له رسول الله صلى الله عليه وسلم فلن أسبه، لأن تكون لي واحدة منهن أحب إلي من حمر النعم، سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول له، خلفه في بعض مغازيه، فقال له علي: يا رسول الله خلفتني مع النساء والصبيان؟ فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: «أما ترضى أن تكون مني بمنزلة هارون من موسى؟ إلا أنه لا نبوة بعدي» وسمعته يقول يوم خيبر «لأعطين الراية رجلا يحب الله ورسوله، ويحبه الله ورسوله» قال فتطاولنا لها فقال: «ادعوا لي عليا» فأتي به أرمد، فبصق في عينه ودفع الراية

إليه، ففتح الله عليه، ولما نزلت هذه الآية: {فقل تعالوا ندع أبناءنا وأبناءكم} [آل عمران: 61] دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم عليا وفاطمة وحسنا وحسينا فقال: «اللهم هؤلاء أهلي» "

" بکیر بن مسمار نے عامر بن سعد بن ابی وقاص سے، انھوں نے اپنے والد سے روایت کی کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر بنایا تو پوچھا: آپ کو اس سے کیا چیز روکتی ہے کہ آپ ابوتراب (حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو برا کہیں۔ انھوں نے جواب دیا: جب تک مجھے وہ تین باتیں یاد ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے ان (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہی تھیں، میں ہرگز انھیں برا نہیں کہوں گا۔ ان میں سے کوئی ایک بات بھی میرے لئے ہو تو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ پسند ہو گی، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا، آپ ان سے (اس وقت) کہہ رہے تھے جب آپ ایک جنگ میں ان کو پیچھے چھوڑ کر جا رہے تھے اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا تھا: اللہ کے رسول ﷺ! آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: "تمھیں یہ پسند نہیں کہ تمھارا میرے ساتھ وہی مقام ہو جو حضرت ہارونؑ کا موسیٰؑ کے ساتھ تھا، مگر یہ کہ میرے بعد نبوت نہیں ہے۔" اسی طرح خیبر

کے دن میں نے آپ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا: "اب میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم ! سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس سے محبت کرتے ہیں۔" کہا: پھر ہم نے اس بات (مصداق جاننے) کے لئے اپنی گردنیں اٹھا اٹھا کر (ہر طرف) دیکھا تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: "علی کو میرے پاس بلاؤ۔" انھیں شدید آشوب چشم کی حالت میں لایا گیا۔ آپ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا اور جھنڈا انھیں عطا فرما دیا۔ اللہ نے ان کے ہاتھ پر خیبر فتح کر دیا۔ اور جب یہ آیت اتری: "(تو آپ کہہ دیں: آؤ) ہم اپنے بیٹوں اور تمھارے بیٹوں کو بلا لیں۔" تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور فرمایا: "اے اللہ! یہ میرے گھر والے ہیں۔""

(صحیح مسلم:2404(32))

ابو بکر الحنفی اور علی بن ثابت الجزری کی روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں اپنی چادر میں داخل کر کے یہ دعا پڑھی۔

## تخریج الحدیث

اس حدیث کی تخریج درج ذیل ہے:

درج ذیل لوگوں نے اسے حاتم بن اسماعیل سے روایت کیا ہے:

- قتيبة بن سعيد (ثقة ثبت)

(أخرجه أحمد (١٦٠٨)، ومسلم (٢٤٠٤)، والترمذي (٢٩٩٩، ٣٧٢٤)، والنسائی في الخصائص (١١)، والدورقي في مسند سعد (١٩)، والحاكم (٤٧١٩)، واللالكائي في شرح أصول الإعتقاد (٢٦٣٤)، وابن عساكر (١١١/٤٢) من طريق قتيبة بن سعيد، قال: حدثنا حاتم بن إسماعيل به.)

- محمد بن عباد المكي (صدوق يهم)

(أخرجه مسلم (٢٤٠٤) مقرونا بحديث قتيبة)

- هشام بن عمار الدمشقي (صدوق مقرئ، كبر فصار يتلقن فحديثه القديم أصح)

(أخرجه النسائی في الخصائص (١١) فقال: أخبرنا هشام بن عمار، ح

وأخرجه ابن عساكر (١١٢/٤٢) من طريق أبي بكر الباغندي وأبي بكر محمد بن مروان بن عبد الملك قالا

حدثنا هشام بن عمار، نا حاتم بن إسماعيل به.
ولفظه: "لما نزلت الاية "إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرا " دعا رسول الله (صلى الله عليه وسلم) عليا وفاطمة وحسنا وحسينا فقال اللهم أهلي زاد الباغندي اللهم هؤلاء أهلي")

- أسد بن موسي (صدوق يغرب و فيه نصب)

(أخرجه الطحاوي في شرح مشكل الآثار (ح ٧٦١) في باب بيان مشكل ما روي عنه عليه السلام في المراد بقول الله تعالى: {إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرا} [الأحزاب: 33] من هم؟ قال حدثنا الربيع المرادي، حدثنا أسد بن موسى، حدثنا حاتم بن إسماعيل به.
ولفظه: قال: لما نزلت هذه الآية (يعني: الآية المذكورة في الباب) دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم عليا، وفاطمة، وحسنا، وحسينا عليهم السلام، فقال: " اللهم هؤلاء أهلي ")

بکیر بن مسمار سے روایت کرنے میں حاتم بن اسماعیل کی متابعت درج ذیل لوگوں نے بھی کررکھی ہے:

- ابو بكر الحنفي (ثقة)

(أخرجه البزار (البحر الزخار: ١١٢٠) وابن جرير (٢٦٦/٢٠) قالا: حدثنا محمد بن المثنى (ثقة ثبت)، قال: نا أبو بكر الحنفي عبد الكبير بن عبد المجيد، قال: نا بكير بن مسمار، قال: سمعت عامر بن سعد، يحدث قال: قال رجل لسعد: ما يمنعك أن تسب عليا، فذكر الحديث، وفيه: " حِينَ نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فَأَحْنَى عَلَيْهِ وَعَلَى ابْنَتِهِ فَاطِمَةَ وَعَلَى ابْنَيْهِ فَأَدْخَلَهُمْ تَحْتَ ثَوْبِهِ، ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ هَؤُلاءِ أَهْلِي وَأَهْلُ بَيْتِي")

- علي بن ثابت الجزري (ثقة)

(أخرجه الحسن بن عرفة في جزء ابن عرفة (٤٩)، ومن طريقه رواه الحاكم (٤٧٠٨)، والبيهقي (١٣٣٩١). فقال الحسن بن عرفة (صدوق)، ثنا علي بن ثابت الجزري، عن بكير بن مسمار، مولى عامر بن سعد قال: سمعت

عامر بن سعد، يقول: قال سعد رضي الله عنه: نزل على رسول الله صلى الله عليه وسلم الوحي، فأدخل عليا وفاطمة وابنيهما تحت ثوبه وقال: " اللهم هؤلاء أهلي وأهل بيتي ")

اس تخریج سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کو قتیبہ بن سعید، محمد بن عباد المکی، ہشام بن عمار، اور اسد بن موسی نے حاتم بن اسماعیل سے روایت کیا ہے۔

اور حاتم بن اسماعیل، ابو بکر الحنفی، اور علی بن ثابت الجزری تینوں نے اسے بکیر بن مسمار سے روایت کیا ہے۔ اور بکیر نے اسے اپنے مولی یعنی عامر بن سعد بن ابی وقاص سے اور انہوں نے اپنے والد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

## اس حدیث میں قرآنی آیت کا تعین

صحیح مسلم کی حدیث میں قتیبہ بن سعید نے جس قرآنی آیت کا تعین کیا ہے وہ دیگر روایات سے الگ ہے۔ انہوں نے سورت آل عمران کی آیت کو اس واقعے کا معرض بتایا ہے۔ چنانچہ ان کے الفاظ ہیں:

" ولما نزلت هذه الآية: {فقل تعالوا ندع أبناءنا وأبناءكم} [آل عمران: 61] دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم عليا وفاطمة

وحسنا وحسينا فقال: «اللهم هؤلاء أهلي» اور جب یہ آیت اتری: "(تو آپ کہہ دیں: آؤ) ہم اپنے بیٹوں اور تمھارے بیٹوں کو بلالیں۔ "تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور فرمایا: "اے اللہ! یہ میرے گھر والے ہیں۔""

جبکہ اس واقعے کی دیگر روایات میں سورت احزاب کی آیت {إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرا} [الأحزاب: 33] کا ذکر ہے۔ تو ان میں سے درست کون سی ہے؟ یا یہ کہا جائے کہ یہ دونوں ہی درست ہیں اور یہ واقعہ اس آیت کے نزول پر بھی پیش آیا؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں سورت احزاب کی آیت ہی درست ہے۔ اور یہ کوئی دوسرا واقعہ نہیں ہے بلکہ قتیبہ بن سعید نے آیت کے ذکر میں غلطی کی ہے۔

اس بات کی دلیل یہ ہے کہ اسی روایت کے دیگر تمام طرق میں سورت احزاب کی آیت کا ہی ذکر ہے۔

چنانچہ حاتم بن اسماعیل سے اس حدیث کی روایت میں قتیبہ کی متابعت کرنے والے درج ذیل ہیں:

- **ہشام بن عمار**

ان کی روایت میں سورت احزاب کی آیت کا ذکر ہے

- **اسد بن موسی**

ان کی روایت میں بھی سورت احزاب کی آیت ہے، جیسا کہ امام طحاوی نے ترجمۃ الباب میں ذکر کیا ہے۔

- **محمد بن عباد المکی**

ان کی روایت کے الفاظ امام مسلم نے ذکر نہیں کیے ہیں۔

چنانچہ حاتم بن اسماعیل کے تلامذہ نے اس حدیث میں سورت احزاب کی آیت کو نقل کیا ہے، جبکہ قتیبہ بن سعید سورت آل عمران کی آیت کو ذکر کرنے میں اکیلے ہیں۔

اس کے علاوہ بکیر بن مسمار سے اس حدیث کی روایت میں حاتم بن اسماعیل کی درج ذیل لوگوں نے متابعت کی ہے:

- **ابو بکر الحنفی**

ان کی روایت میں کسی بھی آیت کا ذکر نہیں بلکہ صرف وحی کا ذکر ہے۔ البتہ اس روایت کو نقل کرنے والے امام ابن جریر الطبری نے ان کی اس روایت کو سورت احزاب کی آیت کے تحت ہی نقل کیا ہے (تفسیر طبری: 20/266)۔

- **علی بن ثابت الجزری**

ان کی روایت میں بھی کسی آیت کا ذکر نہیں بلکہ صرف وحی کا ذکر ہے۔

اس کے علاوہ حدیث کساء کی دیگر تمام روایات وشواہد میں بھی سورت احزاب کی آیت مذکور ہے۔ جن میں درج ذیل احادیث شامل ہیں:

- حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا
- حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا
- حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ
- حدیث واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ
- حدیث عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ

لہٰذا صحیح مسلم کی روایت میں سورت آل عمران کی آیت کا ذکر قتیبہ بن سعید کے تفردات میں سے ہے جبکہ اس روایت میں اصلا سورت احزاب کی آیت کا ذکر ہے۔

اگر کوئی کہے کیا اس سے صحیح مسلم کی صحت پر اثر نہیں پڑتا؟ تو جواب یہ ہے کہ:

- یہ روایت اصلا صحیح ہے۔ اس کے بعض الفاظ پر اختلاف ہونے سے روایت کی صحت پر اثر نہیں پڑتا۔
- امام مسلم نے یہ روایت اصول میں نہیں بلکہ متابعات میں نقل کی ہے۔

- امام مسلم نے یہ روایت تفسیر کے باب میں نہیں بلکہ فضائل علی رضی اللہ عنہ کے باب میں نقل کی ہے۔ اور اس باب میں اس حدیث سے استدلال کرنے کا اصل مقصد یعنی علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کرنا ویسے بھی پورا ہو جاتا ہے۔ آیت کا تعین ہونا یا نہ ہونا اس حدیث کی تخریج کا اصل مقصد نہیں ہے، اور نہ ہی اس سے اس استدلال پر کوئی فرق پڑتا ہے۔

## حدیث کے رجال کا تعارف

اس حدیث کی بنیادی سند اس طرح ہے:

"بكير بن مسمار، مولى عامر بن سعد قال: سمعت عامر بن سعد، يقول: قال سعد رضي الله عنه"

## بکیر بن مسمار المدنی

بکیر بن مسمار ثقہ و صدوق ہیں۔ ان پر کوئی جرح منقول نہیں ہے سوائے ایک کے اور اس میں بھی اختلاف ہے۔

### موثقین:

1- امام مسلم نے ان کی حدیث سے استشہاد کیا ہے۔

2- امام عجلی نے فرمایا:" مدني، ثقة "(الثقات:171)۔

3- امام ترمذی نے ان کی حدیث کی تصحیح کی ہے۔

4- امام نسائی نے فرمایا:"ليس به بأس "(تہذیب الکمال:4/252)۔

5- امام ابن عدی نے فرمایا:"روى عَنْهُ أَبُو بَكْر الحنفي أحاديث لا أعرف فيها شيئا منكرا وعندي أَنَّهُ مستقيم الْحَدِيث فاستغنى عَن أن أذكر لَهُ حديثا لاستقامة حديثه ولأن من روى عنه صدوق وأرجو أنه لا بأس به "ابو بکر الحنفی نے ان سے چند احادیث نقل کی ہیں۔ مجھے ان میں سے کوئی منکر حدیث معلوم نہیں ہے اور وہ میرے نزدیک مستقیم الحدیث ہیں، لہٰذا وہ اس سے مستغنی ہیں کہ ان کی حدیث کی استقامت کی وجہ سے میں ان کی کوئی حدیث ذکر کروں، اور اس لئے کہ ان سے روایت کرنے والے بھی صدوق ہیں، اور مجھے امید ہے کہ ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔(الکامل لابن عدی:2/216)۔

6- امام ابن حبان نے انہیں اپنی کتاب الثقات میں ذکر کیا اور بکیر بن مسمار نامی دو راویوں میں تفریق کرتے ہوئے فرمایا:" بكير بن مسمار أخو مهاجر بن مسمار، مولى سعد بن أبي وقاص، من أهل المدينة، كنيته أبو محمد، يروي عن عامر بن سعد بن أبي وقاص،

روى عنه حاتم بن إسماعيل، وليس هذا ببكير بن مسمار الذي يروي عن الزهري، ذاك ضعيف"

"بکیر بن مسمار مہاجر بن مسمار کے بھائی ہیں، سعد بن ابی وقاص کے مولی ہیں، اہل مدینہ میں سے ہیں، اور ان کی کنیت ابو محمد ہے۔ وہ عامر بن سعد بن ابی وقاص سے روایت کرتے ہیں، اور ان سے حاتم بن اسماعیل روایت کرتے ہیں۔ یہ وہ والے بکیر بن مسمار نہیں ہیں جو زہری سے روایت کرتا وہ والا ضعیف راوی ہے"

(الثقات:3/236)۔

- اور اپنی کتاب المجروحین میں ضعیف والے بکیر بن مسمار کے ترجمے میں ابن حبان نے فرمایا:" بكير بن مسمار، شيخ يروي عن الزهري، روى عنه أبو بكر الحنفي، وقد قيل: إنه بكير الدامغاني الذي يروي عن مقاتل، كان مرجئا، يروي من الاخبار ما لا يتابع عليها، وهو قليل الحديث على مناكير فيه، ليس هو أخو مهاجر بن مسمار، ذاك مدني ثقة"

"بکیر بن مسمار شیخ ہیں وہ زہری سے روایت کرتے ہیں، اور ان سے ابو بکر الحنفی نے روایت کی ہے۔ ایک قول کے مطابق یہ بکیر الدامغانی ہے جو مقاتل سے روایت کرتا ہے۔ وہ مرجئ تھا، اور ایسی خبریں روایت کرتا تھا جن کی کوئی متابعت نہیں ہوتی تھی، اس کی حدیث میں قلت کے باوجود مناکیر پائی جاتی ہیں، اور وہ

مہاجر بن مسمار کا بھائی نہیں تھا، وہ والا (بکیر بن مسمار) مدنی شخص ہے اور ثقہ ہے"
(المجروحین: 1/194-195)۔
امام ابن حبان کے ان تفصیلی اقوال سے ظاہر ہوا کہ بکیر بن مسمار نام کے دو الگ راوی ہیں۔ ایک ثقہ ہے جو کہ اس حدیث کے راوی ہیں، اور دوسرا ضعیف ہے۔
اس تفصیل کی روشنی میں ہی آگے ہم ان پر جرح کے اقوال کا جائزہ لیں گے۔

7- حافظ ابن حجر نے بکیر بن مسمار کے بارے میں فرمایا: " صدوق "(تقریب: 766)۔

## جارحین:

بکیر بن مسمار پر ایک ہی جرح منقول ہے۔

8- امام بخاری نے فرمایا: "بكير بن مسمار ... وسمع الزهري روى عنه أبو بكر الحنفي فيه بعض النظر "بکیر بن مسمار۔۔۔اس نے زہری سے سنا، اور اس سے ابو بکر الحنفی نے روایت کیا۔ اس کی حدیث میں بعض نظر ہے
(التاریخ الکبیر: 2/115، والکامل لابن عدی: 2/216، ومیزان الاعتدال: 1/350)۔

**نوٹ:** امام بخاری کی تاریخ میں" فيه بعض النظر "کے الفاظ ہیں۔ جبکہ ان سے نقل کرنے والے دیگر ائمہ نے" في حديثه بعض النظر "کے الفاظ نقل کیے ہیں۔

اس جرح کا جواب یہ ہے کہ:

- جیسا کہ اس قول سے ظاہر ہے امام بخاری نے بکیر بن مسمار اخو مہاجر بن مسمار جو عامر بن سعد سے روایت کرتے ہیں، اور بکیر بن مسمار جو زہری سے روایت کرتے ہیں ان میں تفریق نہیں کی ہے، بلکہ انہیں ایک ہی شخص سمجھا ہے۔ چنانچہ ان کی یہ جرح غالب طور پر اس بکیر بن مسمار کے بارے میں ہے جو زہری سے روایت کرتا ہے کیونکہ ان دونوں میں وہی مجروح ہے۔
- حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:"وأما البخارى فجمع بينهما فى "التاريخ"، لكنه ما قال: فيه نظر إلا عندما ذكر روايته عن الزهرى و رواية أبى بكر الحنفى عنه"جہاں تک بات ہے امام بخاری کی تو انہوں نے ان دونوں بکیر بن مسمار راویوں کو جمع کر دیا ہے (یعنی انہیں ایک سمجھ لیا ہے)، لیکن انہوں نے فیہ نظر کا قول بھی بکیر کی زہری سے روایت اور اس سے ابو بکر الحنفی کی روایت کا ذکر کرتے وقت ہی کیا ہے (یعنی امام بخاری کا

فیہ نظر کہنے کا تعلق بکیر کی زہری سے روایت میں ہے، یعنی یہ جرح ضعیف والے بکیر کے بارے میں ہے)۔(تہذیب التہذیب: 1 / 495)۔

چنانچہ امام بخاری کی یہ جرح بکیر بن مسمار المدنی کے حق میں مضر نہیں ہے۔

- اگر اس جرح کو بکیر بن مسمار المدنی اخو مہاجر بن مسمار کے متعلق بھی سمجھ لیا جائے تب بھی یہ جرح ہلکی ہے۔

امام بخاری کا "فیہ نظر" کہنے اور "فیہ بعض النظر" یا "فی حدیثہ بعض النظر" کہنے میں کافی فرق ہے۔ "فی حدیثہ بعض النظر" سے راوی کی مطلق تضعیف لازم نہیں آتی۔

اس پر مزید یہ کہ باقی تمام ائمہ رجال نے اس راوی کے بارے میں امام بخاری کی مخالفت کی ہے، لہٰذا اس صورت میں جمہور کی بات زیادہ راجح قرار پائے گی۔

## عامر بن سعد بن ابی وقاص

عامر بن سعد بن ابی وقاص ثقہ امام اور صحیحین کے راوی ہیں۔ ان کی توثیق پر کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

1- امام بخاری اور امام مسلم نے ان سے اپنی صحیحین میں روایات لی ہیں۔

2- امام ابن سعد نے فرمایا:"كان ثقة كثير الحديث"(طبقات ابن سعد: 5/167)۔

3- امام عجلی نے فرمایا:"مدني، تابعي، ثقة"(الثقات:750)۔

4- امام ابن حبان نے انہیں کتاب الثقات میں ذکر کیا(5/186)۔

5- امام ذہبی نے فرمایا:"إمام، ثقة، مدني"(سیر اعلام النبلاء:4/349)۔
اور دوسری جگہ فرمایا:" كان ثقة شريفا كثير الحديث"(تاریخ الاسلام:3/70)۔

6- حافظ ابن حجر نے فرمایا:"ثقة"(تقریب:3089)۔

پس ثابت ہوا کہ اس سند کے تمام رجال ثقہ ہیں۔اور یہ حدیث صحیح ہے۔

## حدیث سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ پر علماء ومحدثین کے اقوال:

1- امام مسلم نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں نقل کرکے اس کی تصحیح کی ہے۔

2- امام ترمذی نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا:"هذا حديث حسن صحيح غريب من هذا الوجه" یہ حدیث اس طریق کے ساتھ حسن صحیح غریب ہے۔(سنن ترمذی:2999،3724)۔

3- امام حاکم نے اس حدیث کے تحت فرمایا:"هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه"(المستدرک:4719)

اور فرمایا:"هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه بهذه السياقة"(المستدرک:4575)۔

4- امام حاکم کے حکم کا تعاقب کرتے ہوئے امام ذہبی نے فرمایا:"على شرط مسلم فقط" یہ حدیث صرف مسلم کی شرط پر (صحیح) ہے۔(تعلیق المستدرک: 4575)۔

5- شیخ احمد شاکر نے فرمایا:" إسناده صحيح "(تحقیق المسند:1608)۔

6- شیخ البانی نے اس حدیث کو"صحيح" قرار دیا ہے(صحیح سنن ترمذی: 3724)۔

7- شیخ شعیب الارناؤط نے فرمایا:"إسناده قوي على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين غير بكير بن مسمار، فمن رجال مسلم، وهو صدوق" اس کی اسناد مسلم کی شرط پر قوی ہے، اس کے رجال

ثقہ اور شیخین کے رجال ہیں سوائے بکیر بن مسمار کے اور وہ مسلم کے رجال میں سے ہے اور صدوق ہے (تحقیق المسند: 3/160ح1608)۔

# (6)حدیث عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ

امام ترمذی رحمہ اللہ روایت بیان کرتے ہیں:

"حدثنا قتيبة، قال: حدثنا محمد بن سليمان بن الأصبهاني، عن يحيى بن عبيد، عن عطاء بن أبي رباح، عن عمر بن أبي سلمة، ربيب النبي صلى الله عليه وسلم قال: لما نزلت هذه الآية على النبي صلى الله عليه وسلم {إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرا} في بيت أم سلمة، فدعا فاطمة وحسنا وحسينا فجللهم بكساء، وعلي خلف ظهره فجلله بكساء ثم قال: اللهم هؤلاء أهل بيتي فأذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا. قالت أم سلمة: وأنا معهم يا نبي الله، قال: أنت على مكانك وأنت على خير."

" نبی اکرم ﷺ کے پروردہ عمر بن ابی سلمہ ؓ کہتے ہیں: جب آیت {إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا} ام سلمہ ؓ کے گھر میں رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی تو آپ نے فاطمہ و حسن حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور انہیں ایک چادر کے نیچے ڈھانپ دیا، علیؓ آپ کی پیٹھ کے پیچھے تھے آپ نے انہیں بھی

چادر کے نیچے کر لیا، پھر فرمایا: 'اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں، میرے گھر والے، ان سے ناپاکی دور کر دے اور انہیں ہر طرح کی آلائشوں سے پوری طرح پاک وصاف کر دے'، ام سلمہ کہتی ہیں: اور میں بھی انہیں کے ساتھ ہوں اے اللہ کے رسول؟ آپ نے فرمایا: 'تم اپنی جگہ ہی ٹھیک ہو، تمہیں خیر ہی کا مقام و درجہ حاصل ہے۔"

(سنن ترمذی: 3205، 3787)

## تخریج الحدیث

اس کی تخریج درج ذیل ہے:

محمد بن سلیمان بن الاصبهانی سے اس حدیث کو درج ذیل لوگوں نے روایت کیا ہے:

- قتيبة بن سعيد (ثقة ثبت)

(سنن ترمذي: ٣٢٠٥، ٣٧٨٧)

- محمد بن أبان الواسطي (ثقة)

(أخرجه الطبراني في الكبير (٢٥/٩ ح ٨٢٩٥) فقال: حدثنا عبد الله بن أحمد بن حنبل، ثنا محمد بن أبان الواسطي)

(وأخرجه الطحاوي في شرح مشكل الآثار (٧٧١) قال:

حدثنا إبراهيم بن أحمد بن مروان الواسطي أبو إسحاق،

حدثنا محمد بن أبان الواسطي)

- أحمد بن النعمان الفراء المصيصي (مجهول الحال)

(أخرجه الطبراني في الكبير (٢٥/٩ ح ٨٢٩٥) فقال:

أحمد بن النضر العسكري (ثقة)، ثنا أحمد بن النعمان

الفراء المصيصي)

- عبد الرحمن بن صالح الأزدي (صدوق يتشيع)

(أخرجه الطبري في التفسير (٢٦٦/٢٠) قال: حدثني

أحمد بن محمد الطوسي، قال: ثنا عبد الرحمن بن صالح)

چنانچہ ان چاروں نے اس روایت کو اس سند سے روایت کیا ہے:

حدثنا محمد بن سليمان بن الأصبهاني، عن يحيى بن عبيد،

عن عطاء بن أبي رباح، عن عمر بن أبي سلمة، ربيب النبي

صلى الله عليه وسلم

یہ اسناد صالح للاستشہاد ہے اور اس کے رجال تمام صدوق ہیں۔ البتہ اس طریق سے یہ روایت غریب ہے۔ نیز یہ حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے لئے بطور شاہد احسن ہے۔

## حدیث کے رجال کا تعارف

### محمد بن سلیمان بن الاصبہانی

ان کے بارے میں محدثین میں اختلاف ہے:

1- امام یحیی بن معین نے فرمایا:" ليس بشيءٍ "(تاریخ ابن معین روایۃ الدوری:2525)۔

2- امام بخاری نے فرمایا:"مقارب الحديث"(ترتیب علل الترمذی الکبیر:ص 394)۔

3- امام عجلی نے فرمایا:"كوفي ثقة"(الثقات:1461)۔

4- امام ابوداود نے فرمایا:"ضعيف الحديث"(سؤالات الآجری:3/156)۔

5- امام ابوحاتم نے فرمایا:" لا بأس به، يكتب حديثه ولا يحتج به "(الجرح والتعدیل:7/268)۔

6- امام نسائی نے فرمایا:"ضعيف"(المجتبی:3/264)۔

7- امام ابن حبان نے انہیں اپنی کتاب الثقات میں ذکر کیا اور فرمایا: " يخالف ويخطئ "(الثقات:5/422)۔

8- امام ابن عدی نے فرمایا: " مضطرب الحديث... وابن الأصبهاني هذا قليل الحديث ومقدار ما له قد أخطأ فِي غير شيء مِنْهُ "(الکامل لابن عدی:7/464-465)۔

9- امام ذہبی نے انہیں "من تكلم فيه وهو موثق "(300) میں ذکر کیا۔
اور ایک جگہ فرمایا: " صدوق "(دیوان الضعفاء:3743)۔

10- حافظ ابن حجر نے فرمایا: " صدوق يخطىء "(تقریب:5930)۔

پس معلوم ہوا کہ محمد بن سلیمان الاصبہانی صدوق حسن الحدیث اور صالح للاعتبار ہیں، اور غلطیاں بھی کیا کرتے تھے۔

## یحیی بن عبید المکی

اس اسناد میں یحیی بن عبید کا تعین نہیں کیا گیا ہے کہ اس سے مراد کون ہے۔

اسی ابہام کی وجہ سے حافظ ابن حجر نے اس سند میں موجود یحیی بن عبید کو مجہول کہا ہے۔ اور یحیی بن عبید المکی جو مشہور راوی ہیں ان کا ذکر اس راوی سے الگ کیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

7601- يحيى ابن عبيد المكي مولى بني مخزوم ثقة من السادسة د س

7602- يحيى ابن عبيد عن عطاء ابن أبي رباح يحتمل أن يكون الذي قبله وإلا فمجهول [من السادسة] ت

(التقریب: ص594)

چنانچہ ان کو شک ہوا کہ اس سند میں یحیی بن عبید سے مراد یحیی بن عبید المکی ہی ہیں، جو کہ ثقہ ہیں۔ لیکن چونکہ ترمذی کی سند میں ان کو کسی شہر کی طرف منسوب نہیں کیا گیا اس لئے ابن حجر نے توقف کیا ہے۔

تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ اس سند میں یحیی بن عبید سے مراد المکی ہی ہیں۔ وہ اس لئے کہ اس حدیث کے دیگر طرق میں یحیی بن عبید کو صراحتا المکی کہہ کر منسوب کیا گیا ہے۔

- امام طبرانی اپنی سند بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حدثنا عبد الله بن أحمد بن حنبل، ثنا محمد بن أبان الواسطي، ح وحدثنا أحمد بن النضر العسكري، ثنا أحمد بن النعمان الفراء المصيصي، قالا: ثنا محمد بن سليمان

بن الأصبهاني، عن يحيى بن عبيد المكي، عن عطاء بن أبي رباح، عن عمر بن أبي سلمة"(المعجم الکبیر:9/25ح 8295)۔

- امام طحاوی اپنی سند بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حدثنا إبراهيم بن أحمد بن مروان الواسطي أبو إسحاق، حدثنا محمد بن أبان الواسطي، حدثنا محمد بن سليمان بن الأصبهاني، عن يحيى بن عبيد المكي، عن عطاء بن أبي رباح، عن عمر بن أبي سلمة"(شرح مشکل الآثار:771)۔

- امام ابن جریر الطبری اپنی سند بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حدثني أحمد بن محمد الطوسي، قال: ثنا عبد الرحمن بن صالح، قال: ثنا محمد بن سليمان الأصبهاني، عن يحيى بن عبيد المكي، عن عطاء، عن عمر بن أبي سلمة"(تفسیر الطبری:20/266)۔

چنانچہ ثابت ہوا کہ اس سند میں یحیی بن عبید سے مراد المکی ہی ہیں۔ اور وہ ثقہ ہیں۔

- امام نسائی نے فرمایا:" ثقة"(تہذیب الکمال:31/455)۔

- امام ابن حبان نے انہیں اپنی کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے(5/529)۔
- حافظ ذہبی نے فرمایا:" ثقة"(الکاشف:6209)۔
- حافظ ابن حجر نے فرمایا:" ثقة"(تقریب:7601)۔

## عطاء بن ابی رباح المکی

امام عطاء بن ابی رباح شیخ الاسلام اور مفتی الحرم ہیں، اور وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔

## عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ

یہ صحابی ہیں۔ اور ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر میں سے ان کے بیٹے ہیں۔ اس اعتبار سے وہ نبی ﷺ کے پروردہ یعنی سوتیلے بیٹے ہوئے۔

## حدیث عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ پر علماء و محدثین کے اقوال:

1- امام ترمذی نے فرمایا:" هذا حديث غريب من هذا الوجه من حديث عطاء عن عمر بن أبي سلمة "(سنن ترمذی:3205)۔

امام ترمذی کے اس قول میں اس طریق کی نکارت کی طرف اشارہ ہے۔ اس طریق کی غرابت کی وجہ سے اگرچہ اس میں نکارت موجود ہے، لیکن یہاں اس کا ذکر محض بطور شاہد کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

2- شیخ البانی نے فرمایا: "صحيح" (صحیح سنن ترمذی: 3205)۔

3- شیخ شعیب الارناؤط نے فرمایا: "سنده حسن" (تحقیق شرح مشکل الآثار: 2/243ح771)۔

4- شیخ زبیر علی زئی نے فرمایا: "صحيح... وسنده حسن وللحديث شواهد" (تحقیق الترمذی: 3205)۔

# اس واقعے پر بعض اعتراضات کا جواب

اس حدیث اور واقعے پر منکرین حدیث اور بعض اہل بیت سے بغض رکھنے والوں نے جو چند اعتراضات کیے ہیں، ان کا مختصر جواب یہاں دیا جائے گا۔

**اعتراض نمبر 1: ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو نبی ﷺ نے چادر میں داخل کیوں نہیں کیا؟**

**اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ام سلمہ کو نبی ﷺ نے اہل بیت میں شامل نہیں کیا، بلکہ انہیں "انک علی خیر" کہہ کر اہل بیت سے خارج رکھا۔**

**جواب:** حدیث کے الفاظ "انک علی خیر" سے جو غلط مطلب اور استدلال لیا جاتا ہے اس کا تفصیلی جواب اوپر دیا جاچکا ہے۔ دیکھیں عنوان: "انک علی خیر کا معنی اور تطبیق، اور بعض شبہات کا ازالہ"۔

اس پر مختصر اعرض ہے کہ:

- ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا اہل بیت سے خارج ہونا اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا
- جب آیت تطہیر اہل بیت نازل ہی نبی ﷺ کی بیویوں کے بارے میں ہوئی تو ان کا اہل بیت میں سے نہ ہونے کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔

- نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس آیت کے عموم کے تحت اپنے گھر کے ان دیگر چار افراد کو بھی اس آیت میں اپنی دعا سے شامل کرنا چاہا، اس لئے ان کو چادر تلے لے کر ان کے لئے خاص دعا کی۔ جبکہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اس کی ضرورت ہی نہیں تھی کیونکہ وہ پہلے سے اس آیت کے مخاطبین میں شامل تھیں اس لئے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں انک علی خیر کہہ کر کہا کہ آپ تو پہلے سے ہی خیر پر ہیں۔
- نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو چادر میں نہ بلانے کی ایک وجہ یہ تھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی اس وقت وہاں موجود تھے، اور پردے کا تقاضا ہے کہ وہ اس چادر میں نہ آتیں۔

## اعتراض نمبر 2: نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی باقی بیٹیوں اور نواسوں کو کیوں نہیں چادر تلے بلا کر دعا کی؟

اس آیت کا وقت نزول نامعلوم ہے۔ چنانچہ ممکن ہے کہ یہ واقعہ بعد کے دور میں پیش آیا جب نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بیٹیوں میں سے صرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حیات تھیں۔

نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی چار بیٹیاں تھیں۔ زینب رضی اللہ عنہا، رقیہ رضی اللہ عنہا، ام کلثوم رضی اللہ عنہا، اور فاطمہ رضی اللہ عنہا۔

نبی ﷺ کی باقی تینوں بیٹیاں ان کی حیات میں ہی فوت ہو گئی تھیں۔ لہٰذا ممکن ہے کہ یہ واقعہ ان کی وفات کے بعد کا ہو۔ نیز ایک ثابت شدہ صحیح حدیث کو محض احتمالات کے ذریعے رد کرنا بے وقوفی ہے۔ احتمالات تو دونوں طرف سے جتنے مرضی بن سکتے ہیں، لیکن حدیث کا صحیح ثابت ہونا تو بالکل واضح ہے۔ ایک ثابت شدہ بات کو ایک غیر ثابت بات کے ذریعے رد نہیں کیا جا سکتا۔

مزید یہ کہ نبی ﷺ کا اپنے اہل بیت میں سے ان چار کا انتخاب کرنا اس لئے بھی ہو سکتا تھا کہ انہی کے ذریعے سے نبی ﷺ کی نسل نے آگے بڑھنا تھا۔ جبکہ ان کی دیگر کسی بیٹی یا نواسوں کی نسل آگے نہیں بڑہی، اس لئے نبی ﷺ نے ان کی تطہیر کی خاص دعا فرمائی۔

نیز ملا علی قاری فرماتے ہیں: "اہل بیت باعتبارِ ولادت کے آپ ﷺ کی تمام اولاد کو شامل ہے لیکن حضرت علی، حضرت فاطمہ، اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم باعتبار زیادتی فضل و عظمت کے اور خصوصی محبت و تعلق کی وجہ سے ممتاز و مخصوص ہیں اور ان کے فضائل و مناقب اور عظمتوں کے متعلق بہت سی احادیث آئی ہیں"

(مرقاۃ المفاتیح اردو: 11 / 525)

## اعتراض نمبر 3: شادی کے بعد بیٹی اپنے باپ کے گھر والوں میں شمار نہیں ہوتی۔

یہ اعتراض انتہائی فضول ہے۔ عرب کے نزدیک اہل بیت کا اطلاق کئی معانی پر ہوتا ہے۔ نیز سیاق وسباق کے اعتبار سے اس کا معنی مختلف ہو سکتا ہے لیکن اس بات پر سب کا اجماع ہے کہ اہل بیت میں انسان کی بیوی، بچے، اس کی نسل، اس کے قریبی رشتے دار، اور اس کے پیروکار بھی شامل ہوتے ہیں۔ چنانچہ سیاق کے اعتبار سے جو معنی بھی لیا جائے معتبر ہو گا۔

نیز ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: "بیت تین طرح کے ہیں: (1) بیت نسب، (2) بیت سکنی، (3) بیت ولادت۔ بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب آپ ﷺ کے اہل بیت ہیں نست کے اعتبار سے کیونکہ جد قریب کی اولاد کو بیت اور گھر کہہ دیا جاتا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے فلاں کا گھر عظمت وبزرگی والا ہے، اور ازواجِ مطہرات آپ ﷺ کی اہلبیت ہیں سکنیٰ کے اعتبار سے اور عرف عام میں بھی آدمیوں کی بیویوں کو اس کے اہل اور گھر والے کہا جاتا ہے، اور اولاد مبارک آپ ﷺ کی اہل بیت ہیں ولادت کے اعتبار سے۔

اہل بیت باعتبارِ ولادت کے آپ ﷺ کی تمام اولاد کو شامل ہے لیکن حضرت علی، حضرت فاطمہ، اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم باعتبار زیادتی فضل وعظمت کے اور

خصوصی محبت و تعلق کی وجہ سے ممتاز و مخصوص ہیں اور ان کے فضائل و مناقب اور عظمتوں کے متعلق بہت سی احادیث آئی ہیں"

(مرقاۃ المفاتیح اردو: 11 / 525)

اور اس حدیث میں نبی ﷺ کا اپنی بیٹی، داماد جو ان کے بھائی بھی ہیں، اور ان کی اولاد کو اہل بیت کہنا اس لفظ کے حقیقی مصداق میں شامل ہے۔ لہٰذا بغیر کسی دلیل کے بیٹی کو اہل بیت سے خارج کرنا بہت بڑی جہالت ہے۔ اور امت کے اجماع کے مخالف ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی اور نبی اکرم ﷺ کی نواسی ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح صرف اس لئے کیا کہ وہ نبی ﷺ کے خاندان اور ان کے اہل بیت سے جُڑنا چاہتے تھے اور اہل بیت سے تعلق کا شرف حاصل کرنا چاہتے تھے۔ کیا عمر رضی اللہ عنہ کو یہ نہیں پتہ تھا کہ شادی کے بعد بیٹی اہل بیت میں سے نہیں رہتی؟

چنانچہ آپ ﷺ کا ان پانچوں کو اپنی چادر میں خاص کر کے شامل کرنا آپ کی اپنے ان اہل بیت کے لیے خاص محبت، ان کی افضلیت، اور ان کے خصوصی مقام کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

اسی لیے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:"**أفضل أهل بيته عليٌ وفاطمة والحسن والحسين الذي أدار - صلى الله عليه وسلم - عليهم الكساء، وخصهم بالدعاء**"(نبی ﷺ کے سب سے **افضل** ترین اہل بیت علیؓ، فاطمہؓ، حسنؓ، اور حسینؓ ہیں جن کے اوپر آپ ﷺ نے اپنی چادر اوڑھی اور انہیں اپنی دعاء کے ساتھ خاص کیا)

(الفتاوی المصریہ الکبری لابن تیمیہ: 4/420، نیز دیکھیے: الفروع لابن مفلح: 2/215)

**اعتراض نمبر 4: اس حدیث کو شیعوں نے گھڑا ہے۔**

**اور اس کے اکثر رواۃ بھی شیعہ ہیں۔ نیز اہل بدعت کی روایت ان کی بدعت کی تائید میں قبول نہیں کی جاتی۔**

**اولا:** اگر اس حدیث کو شیعوں نے گھڑا ہے تو وہ کہاں ہیں اور کون ہیں؟ اس پوری تخریج میں تو ایک بھی ایسی مرکزی سند نہیں جس میں کوئی کذاب راوی ہو۔

**ثانیا:** اس حدیث کے اکثر رواۃ شیعہ بھی ہرگز نہیں ہیں۔ بعض روایات کے بعض طرق میں شیعہ رواۃ کے آجانے سے ان لوگوں نے یہ گمان کر لیا کہ اس حدیث کو صرف شیعوں نے روایت کیا ہے۔ اس پوری تخریج میں ایسا کوئی شیعہ راوی نہیں جس کی

متابعت موجود نہ ہو۔ مزید یہ کہ شیعہ رواۃ کی کثرت بعد کی اسانید میں ہوئی جن میں شیعہ کی کثرت کے ساتھ ساتھ سنیوں کی بھی کثرت ساتھ ہی بطور متابع موجود ہے، لیکن اس حدیث کے تمام طرق اور اس کے تمام شواہد کی تمام مرکزی اسانید ایسی ہیں کہ ان میں ایک بھی شیعہ راوی نہیں ہے۔ لہٰذا یہ اعتراض غلط ہے۔

**رابعا:** بعض لوگوں نے اس اصول کہ "**اہل بدعت کی روایت ان کی بدعت کی تائید میں مقبول نہیں ہو گی**" کا نہایت ہی جاہلانہ استعمال کیا ہے اور ہر اس روایت کو رد کر دیا جس کے رواۃ میں کوئی ثقہ ایسا ہو جس پر معمولی تشیع کا بھی الزام موجود ہو۔ یہاں تک کہ امام حاکم جیسے ثقہ امام کی روایات کو بھی ان جاہل لوگوں نے اس اصول کی زد میں رد کر دیا ہے۔

حالانکہ اس اصول کا اصل مقصد محض یہ ہے کہ کسی صدوق راوی کی روایت میں اس کی رائے کا اختلاط نہ ہو جائے نہ یہ کہ اس کی صداقت پر کسی کو کوئی شک ہے۔ چنانچہ جب ایسے صدوق و ثقہ راوی کی متابعت اسی کے جیسا یا اس سے بڑا صدوق واوثق راوی کر دے تو یہ احتمال دور ہو جاتا ہے، اور اس کی روایت مقبول ہوتی ہے۔

- اس روایت میں اولا کسی بدعت کی طرف اشارہ نہیں ہے۔
- دوسرا یہ کہ اس کے تمام شیعہ رواۃ کی متابعات موجود ہیں۔

- اس حدث کے اکثر رواۃ ائمہ اہل سنت ہیں، اور اس اعتراض کے بر عکس اس میں شیعہ کی تعداد بہت کم ہے۔
- اس کے بر عکس اس حدیث کے بعض طرق کے راوی اسد بن موسی پر ناصبیت کا بھی الزام لگایا گیا ہے، جو کہ تشیع کے بالکل عین مخالف بدعت ہے، تو اس کا مطلب ان کی روایت کو بالاولی مقبول ہونا چاہیے۔

# خاتمہ

یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ جو لوگ اس کی صحت پر انگلی اٹھاتے ہیں ان کے دلوں میں بغض اہل بیت کی میل موجود ہے، اور وہ اصول حدیث سے بھی جاہل ہیں۔ اس حدیث کو ائمہ و محدثین نے صحیح قرار دیا ہے، بلکہ ان میں سے کسی سے اس کی تضعیف منقول نہیں ہے۔

اس حدیث کی صریح یا ضمنی تصحیح کرنے والے محدثین وفقہاء جن کا ذکر اس تحقیق میں ہوا ان کے نام درج ذیل ہیں:

1- امام مسلم

2- امام ترمذی

3- امام ابن حبان

4- امام ابو عوانہ

5- امام حاکم

6- امام بیہقی

7- امام طحاوی

8- امام قرطبی

9- امام ابو الخیر القزوینی

10- امام بغوی

11- امام عبد الرحمن بن محمد ابن عساکر الشافعی

12- شیخ الاسلام ابن تیمیہ

13- امام ذہبی

14- حافظ ہیثمی

15- علامہ جلال الدین الدوانی

16- علامہ عبد الرحمن المبارکپوری

17- شیخ احمد شاکر

18- شیخ ناصر الدین البانی

19- شیخ شعیب الارناؤط

20- شیخ زبیر علی زئی

اس کے علاوہ بھی بے شمار حوالے ہیں ان علماء کے جنہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے اور اس کو صحیح جانا ہے۔ اختصار کی غرض سے انہی پر اکتفاء کرتے ہیں۔

والحمد للہ	مئی 4، 2021

إِنَّمَا

يُرِيدُ ٱللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ ٱلرِّجْسَ أَهْلَ ٱلْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ

تَطْهِيرًا

اللہ تو بس یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو ! کہ وہ
دور کر دے تم سے ناپاکی اور تمہیں خوب اچھی طرح
پاک کر دے